نصرة میگزین

ربیع الاول/ربیع الثانی 1435 بمطابق جنوری/فروری 2014
شمارہ نمبر 16

اداریہ: حقیقی اندرونی خطرہ

پاکستان پر یکطرفہ امریکی حملے کا مفروضہ

ریاست خلافت کے قیام میں علماء کا کردار

ربیع الاول کا سب سے بڑا تحفہ
رحمت انسانیت محمد صلى الله عليه وسلم

عطاء بن خلیل ابو رشتہ (امیر حزب التحریر)
تفسیر سورۃ البقرۃ آیت 92-96

مستقبل میں معاشی استحکام کو یقینی بنانے کے لئے پاکستان لازماً امریکہ سے اپنے تعلقات کو ختم کردے

فہرست

نصرة میگزین: شمارہ16

Rs 30

اداریہ: حقیقی اندرونی خطرہ

ہمارے لیے حقیقی خطرہ پاکستان میں امریکہ کی غیر معمولی موجودگی ہے۔ شہری اور فوجی مقامات پر ہونے والے حملوں کیوجہ امریکہ کی یہی غیر معمولی موجودگی ہے جوان حملوں کے لیے منصوبہ بندی، ان کے لیے مالی وسائل اور اسلحہ کی فراہمی کو یقینی بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے حملوں میں کبھی بھی امریکی مراکز کو نشانہ نہیں بنایا جاتا جبکہ ہماری سرزمین پر ایسے کئی امریکی اہداف موجود ہیں جن کو باآسانی نشانہ بنایا جاسکتا ہے لیکن حملے ہمیشہ ہمارے ہی فوجی اور شہری مقامات پر ہوتے ہیں۔ پاکستان کی سلامتی کو درپیش سنگین خطرے کے مسئلے کا حل، ڈرون حملوں کے خاتمے، غیر ملکی افواج کے محدود انخلاء اور قبائلی علاقوں میں پاکستانی افواج کو تعینات رکھنے سے ممکن نہیں ہے۔

دوسری اقوام کے معاملات میں اس قسم کی تباہ کن مداخلت امریکہ کی خارجہ پالیسی کا لازمی جزو رہی ہے۔ امریکہ کی استعماری خارجہ پالیسی، غیر ملکی مداخلت یعنی ایک ریاست کی دوسری ریاست کے امور میں مداخلت پر مبنی ہے۔ امریکہ کی تباہ کن خارجہ پالیسی کا صرف پاکستان ہی اکیلا شکار نہیں ہے۔ لاطینی امریکہ سے لے کر افریقہ اور مشرق وسطی سے لے کر جنوب مشرقی ایشیا تک امریکہ نے خفیہ آپریشنز اور چھوٹے چھوٹے تنازعات کو پیدا کر کے دوسری اقوام میں افراتفری پیدا کی۔ چھوٹے تنازعے اندرونی استحکام کو برباد کر دیتے ہیں اور پھر امریکہ ان تنازعات کو بہانہ بنا کر امریکی مداخلت کا جواز پیدا کرلیتا ہے۔ جہاں تک غیر خفیہ آپریشنز کا تعلق ہے جیسا کہ دشمن کے نام کو استعمال کر کے False flag حملہ کرنا، تو اس قسم کے حملے اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ چھوٹے تنازعات جاری و ساری رہیں۔ پاکستان کے معاملے میں امریکہ نے قبائلی علاقوں میں افواج پاکستان کو ایک چھوٹے پیمانے کے تنازعہ میں ملوث کر دیا ہے۔ امریکہ نے آزادانہ اپنے ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک کے ذریعے حملے کیے اور کہیں مشکوک قبائلی گروہوں میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے حملے کروائے۔ اور ان حملوں کو قبائلی مسلمانوں سے منسوب کر دیا تا کہ اس تنازعہ کو جاری و ساری رکھنے کا جواز فراہم کیا جاسکے۔

امریکہ دوسری اقوام سے جس قسم کے صبر کا مظاہرہ چاہتا ہے ویسے صبر کا مظاہرہ وہ خود کبھی بھی نہیں کرتا۔ 2 دسمبر 1823 کو امریکی کانگریس کی سٹیٹ آف دی یونین سے خطاب کرتے ہوئے امریکی صدر جیمز منرو نے "منرو ڈاکٹرین" پیش کی۔ اس ڈاکٹرین میں یہ کہا گیا کہ شمالی اور جنوبی امریکہ میں مزید یورپی استعماری مداخلت اور پھیلاؤ کو امریکہ پر حملہ تصور کیا جائے گا اور امریکہ اس کو روکنے کے لیے مداخلت کرے گا۔ بنیادی طور پر اس ڈاکٹرین کے ذریعے امریکہ اس وقت کی دنیا کی سپر پاورز کو باخبر کر رہا تھا کہ براعظم امریکہ پر اب مزید یورپی اثر ورسوخ کو برداشت نہیں کیا جائے گا اور اگر ایسا کوئی بھی اقدام کیا گیا جس کا مقصد یورپی اثر ورسوخ کو وسعت دینا ہو تو امریکہ اس عمل کو خطے کے امن اور اپنی سلامتی کے لیے خطرہ تصور کرے گا۔ امریکہ یورپی جنگوں اور ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا اور یہ چاہے گا کہ یورپ امریکہ کے معاملات سے خود کو دور رکھے۔ انیسویں صدی کے اختتام تک منرو ڈاکٹرین کو امریکی خارجہ پالیسی کی تاریخ میں اہم سنگِ میل قرار دیا جانے لگا۔

اگرچہ امریکہ اپنے ہمسایہ ممالک میں یورپی مداخلت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا لیکن خود لاطینی امریکہ کے ممالک میں مداخلت کرنے کو قطعاً نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ پاکستان بھی اس قسم کی امریکی مداخلت سے باخوبی آگاہ ہے۔ اس مداخلت کا طریقہ کار سیاسی و فوجی قیادت سے روابط قائم کرنا، انٹیلی جنس کے اداروں جیسا کہ سی۔آئی۔اے کے دفاتر قائم کرنا، سفارتی سہولیات، سفارت خانے اور قونصل خانے قائم کرنا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ لاطینی امریکہ میں منرو ڈاکٹرین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور لوگ یہ جان گئے کہ امریکہ نے یورپ کو لاطینی امریکہ سے باہر نکال کر خود اس کی جگہ لے لی ہے یعنی ایک استعماریت سے نکل کر وہ دوسری استعماریت میں چلے گئے ہیں۔ لاطینی امریکہ میں امریکہ کے خلاف اس قدر شدید نفرت پیدا ہوئی کہ امریکہ نے منرو ڈاکٹرین سے "سرکاری" سطح پر دستبرداری کا اعلان کر دیا اور نومبر 2013 میں سیکریٹری خارجہ جان کیری نے اعلان کیا کہ "مونرو ڈاکٹرین کا دور اب ختم ہو گیا" لیکن عملاً ایسا کبھی نہیں ہوا۔

یہ امریکہ کا دہرا معیار ہے اور اس پر المیہ یہ ہے کہ ہمارے حکمران ہمیں امریکہ کی اس منافقت کو قبول کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے بیرونی آقاؤں کو خوش اور اپنی دولت میں اضافہ کر سکیں۔ یہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ امریکہ کی اس منافقت اور شیطانی کردار کو مسترد کرنے کے لیے دنیا کی قیادت کریں۔ صرف خلافت کے پاس ہی وہ ضروری سیاسی جذبہ اور ہمت موجود ہو گی جو امریکہ کی عملی مداخلت اور اس مداخلت کو انجام دینے والے امریکی اثاثوں امریکی سفارت خانوں، قونصل خانوں، اڈوں، انٹیلی جنس، فوج اور سفارتی مشنز کا بھی خاتمہ کرے گی۔ اس جذبہ کی موجودگی کی وجہ اسلامی عقیدہ ہے جو اس بات کو حرام قرار دیتا ہے کہ کفار کو اس بات کی اجازت دی جائے کہ وہ مسلمانوں کے امور میں مداخلت کر سکیں یا اس پر اثرانداز ہو سکیں۔ مسلم دنیا سے امریکی کینسر کے خاتمے کے لیے اس جذبے کا عملی اظہار دنیا کے دیگر اقوام کے لیے باعث ہمت ہو گا اور وہ اس کی تعریف کریں گی اور ریاست خلافت کی پیروی بھی کریں گی۔

جنوری/فروری 2014،
ربیع الاول/ربیع الثانی 1435

تفسیر: سورۃ البقرۃ 96-92



عطا بن خلیل ابو الرَشتہ(امیر حزب التحریر) کی تصنیف التیسیر فی اصول التفسیر سے اقتباس کا اردو ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمْ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ
(92)

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمْ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ
(93)

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِينَ
(94)

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ
(95)

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ وَمِنْ الَّذِينَأَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنْ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ(96)

"اور موسیٰؑ تمھارے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے، پھر بھی تم نے اس کے بعد (کوہِ طور پر جانے کے بعد) بچھڑے کو اپنا رب بنالیا اور تم ہی ظالم تھے(92)۔ اور جب ہم نے تم سے اقرار لیااور تمھارے اوپر طور کو بلند کیا اور کہاکہ جو شے ہم نے تمھیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور حکم سنو! تو لوگوں نے کہا ہم نے سنا مگر نہیں مانتے۔ ان کے قلوب (کے ریشے ریشے) میں وہی بچھڑا پیوست ہو گیا تھا،ان کے کفر کی وجہ سے، آپ کہہ دیجئے کہ یہ افعال تو بہت برے ہیں، جن کی تعلیم تمھارا ایمان تم کوکررہاہے، اگرتم (بزعم خود) اہل ایمان ہو! (93)۔آپ کہہ دیجئے اگراللہ کے ہاں آخرت کاگھر لوگوں کی بجائے صرف تمھارے لیے ہی ہے تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو(94)۔ لیکن وہ اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گےاور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے(95)۔اور آپ ضرور انہیں لوگوں سے زیادہ زندگی کا حریص پائیں گے، مشرکوں سے بھی زیادہ۔ ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ کاش! وہ ہزار سال کی عمر پائے! مگر عمر پانا انھیں عذاب سے نہیں بچا سکتا۔اور اللہ دیکھ رہاہے جو وہ کرتے ہیں(96)۔

عطاء بن خلیل ابوالرَّشتہ(امیرحزب التحریر) اپنی تفسیر(التیسیرفی اصول التفسیر)میں مذکورہ بالا آیات شریفہ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات میں بتلایاہے کہ :

1۔ اللہ جلّ شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف قطعی دلائل اوراس کی نبوت ورسالت کی تائید کرنے والے معجزات دے کر بھیجا،یہ معجزات وہ9نشانیاں تھیں جن کاذکردوسری جگہ کیا گیا ہے،**وَلَقَدءَاتَينَامُوسىٰ تِسعَ ءَايَٰتٍ بَيِّنٰتٍ**"ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نوواضح نشانیاں عطاکی تھیں" (الاسراء / آیت/101)۔ وہ عصا(لاٹھی) جواژدہاکی صورت اختیارکرلیتی،اوریدبیضایعنی ہاتھ جس کووہ نکال دیتےتو چمکتا دمکتادکھائی دیتا،دریائے قلزم کا پھٹ جانااوراس کاایک خشک راستے میں تبدیل ہو جانا،ٹڈیاں ، جوئیں، مینڈک، خون وغیرہ کی صورت میں نازل کی گئی نشانیاں وغیرہ جیسے معجزات جو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی قطعی ہونے کے دلائل تھے۔ مگر بنی اسرائیل نے جبکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے ساتھ ملاقات کے لئے کوہ طورپرگئے، ایک بچھڑے کی پرستش شروع کی اوراس کواپنامعبود بنالیا۔اس فعل شنیع کی وجہ سے وہ ظالم ٹھہرے،کیونکہ ان کایہ فعل بے جاتھاکہ ایک بچھڑے

کو جو عبادت کے قابل نہیں تھا ،اپنا خدا تصور کر کے اس کی عبادت کرنے لگے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو یوں فرمایا ہے کہ (ثُمَّ اتَّخَذْتُمْ الْعِجْلَ) . . . .

اس آیت میں (ثُمَّ) کا کلمہ تراخی (تاخیر) کیلئے ہے، یعنی انہوں نے ان نشانیوں کا اچھی طرح مشاہدہ کر لینے کے کافی عرصہ بعد یہ حرام حرکت کی۔ ان کے پاس نشانیاں پہنچیں،انہیں بغور دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی پر اس کی قطعی دلالت کا انہیں پتہ چلا۔اس سب کے باوجود انہوں نے ایک بچھڑے کو معبود بنالیا۔اس طرح ان کے کردار پر مشتمل یہ تاریخی حقائق ان کیلئے سرزنش اور ملامت و مذمت کے آئینہ دار ہیں۔

2۔ پھر اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان سے لئے گئے میثاق اور عہد وپیمان اور کوہ طور کا ان کے اوپر لا کھڑا کرنے کی یاددہانی کراتے ہیں ،اور ان کو یہ بھی یاددلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تورات کے اندر دئے ہوئے احکامات پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا حکم دیا تھا، جیساکہ اس سے پہلے اسی طرح کی ایک آیت،(**وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**) **البقرة/(63)** کی تفسیر میں ہم نے بیان کیا ۔ مذکورۃ الصدر آیت میں اسی واقعہ طور کا ذکر ہے،البتہ ایک نیا معنی سمجھانے کیلئے اس آیت کو مکرر لایا گیا، یعنی یہ کہ اللہ کا امر سننے کی قیمت اس وقت ہوتی ہے،جب اس کا سننا امر الٰہی پر جوں کے توں عمل کی نیت سے ہو۔ بالفاظِ دیگر حکم کو تسلیم کرنے اور اس کی پیروی کی نیت سے سنا جائے ،ورنہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (وَاسْمَعُوا) "سنو" لیکن اُن کا جواب تھا (سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا)"ہم نے سنا اور نافرمانی کی" ۔جواب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ (وَاسْمَعُوا) "سن لو" کا جو حکم دیا گیا، یہ ماننے اور طاعت و قبول کے حکم پر بھی مشتمل تھا (محض سننے کا حکم ان کو نہیں دیا گیا تھا) اگرچہ الفاظ میں اس کا ذکر نہیں اور بسا اوقات سننے سے مراد مان لینا ہوتا ہے ۔ جیساکہ ہم نماز میں کہتے ہیں: سمع الله لمن حمده (حمد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سنتے ہیں)۔

(**وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمْ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (93)** "ان کے قلوب (کے ریشے ریشے) میں وہی بچھڑا پیوست ہو گیا تھا،ان کے کفر کی وجہ سے، آپ کہہ دیجئے کہ یہ افعال تو بہت برے ہیں ،جن کی تعلیم تمھارا ایمان تم کو کر رہا ہے،اگر تم (بزعم خود)اہل ایمان ہو"۔

آیت کے شروع میں واؤ حالیہ (حالت بتانے کیلئے) ہے،مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ایسی حالت میں عَصَيْنَا کہا جب کہ بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی،اور ان کا یہ قول کہ (سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا)ان کے کفر کے سبب تھا،اس لئے فرمایا(**بِكُفْرِهِمْ**)" ان کے کفر کے سبب" ۔(یعنی باسبب کے لیے ہے)۔

پھر اللہ تعالیٰ آیت کا اختتام یہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دعوائے ایمان میں جھوٹے ہیں کیونکہ ایمان کفر کی ضد ہے، تو ایمان بچھڑے کو الٰہ بنانے کا حکم دیتا، نہ ہی اس کا کہ اس بچھڑے کی محبت بطور ایک معبود کے دل نشین ہو جائے ،اور اس کی محبت کی وجہ سے اللہ، جو کہ معبود حقیقی اور خالق ہے، کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے سے روکا جائے،(ایمان کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دیتا)۔

یہاں ایمان کی طرف حکم دینے کی نسبت اور ایمان کا ان کی طرف نسبت جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ذکر ہے (**قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (93)** یہ مذاق اُڑانے کیلئے ہے اور ایک قسم کی پھبتی کسی گئی ہے۔ جیسے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کی بات نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے (**أَصَلَوٰتُكَ تَأْمُرُكَ**)(ھود/ آیت /87)"کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے"اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس قول (**قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ**) کا مطلب یوں بنتا ہے کہ تم جو اپنے آپ کو مؤمن کہتے ہو ،ایمان تو تم نے ایک بچھڑے پر لایا ہے ، جسے تم نے معبود بنایا اور اس کی محبت تمہارے دلوں میں گھر کر چکی وغیرہ تو ایسا ایمان بہت برا ایمان ہے، یہ وہ ایمان نہیں جس کا مطالبہ ربّ العالمین کرتا ہے، بلکہ یہ تو خالص کفر ہے۔

3۔ پھر آیت نمبر 94 میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے اس جھوٹے دعوے کو بیان کرتا ہے کہ جنت تو ہماری ہے ،اس کا ذکر سورہ بقرہ کی آیت نمبر/111 میں اس طرح کیا گیا ہے(**وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَى**) "یہ (یہود ونصاریٰ) کہتے ہیں کہ جنت میں ان کے سوا کوئی اور ہرگز داخل نہیں ہو سکتا"(البقرۃ /آیۃ 111)۔ یہ ان کا ایک خودساختہ دعویٰ تھا۔اس کی قلعی کھلنے کیلئے ان پر حجت قائم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ واقعی اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ موت یعنی اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تمنا کر کے دکھادیں۔ سو اگر یہ لوگ واقع میں اللہ کے محبوب اور پسندیدہ ہوں، جیساکہ اس آیت میں ان کے اس خیال باطل کا ذکر کیا گیا ہے(**وَقَالَتْ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ**)"یہود اور نصاریٰ (دونوں فریق) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں" تو اس تحدّی (چیلنج) کے بعد وہ اپنی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے

فوراً موت کی تمنا کریں گے، ورنہ ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور یہی ہوا، کیونکہ انہوں نے کبھی بھی اس قسم کی کوئی تمنا کرنے کی ہمت نہیں کی، کیونکہ ان لوگوں نے جو کفر اور شر کے اعمال کئے ہیں، ان کا بخوبی علم ہے جس کے ہوتے ہوئے وہ اللہ کا سامنا کرنے سے ڈرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں(وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ)(95)"یہ لوگ ہر گز کبھی اس (موت) کی تمنانہ کریں گے، بوجہ (سزا کے خوف کے) ان اعمال (کفریہ) کا جو اپنے ہاتھوں سمیٹتے ہیں"۔

یہ ان دلائل میں سے ہے جو قطعی ہوتے ہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے یہود ونصاریٰ کے خلاف پیش کیا ہے، کیونکہ اگر وہ اس دعوے میں حق پر ہوں کہ جنت ان کیلئے مخصوص ہے، تو پھر انہیں موت کی تمنا کرنی چاہئے، یہ بات یہود کی نسبت سے ہے اور اگر نصاریٰ حق پر ہیں، جیسا کہ ان کا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خیال تھا کہ وہ اللہ کا بندہ نہیں، بلکہ وہ خود الٰہ ہے تو پھر آئیں اور مباہلہ کریں، اس کا ذکر سورہ آل عمران کی آیت نمبر 61 میں ہے ، ارشاد ہے (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ "آپ یوں فرمادیجئے کہ آجاؤ ہم (اور تم) بلا کر جمع کرلیں اپنے بیٹوں کو اور تمھارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں، ان پر جو (اس بحث میں) ناحق پر ہوں "(آل عمران: 61)۔ لیکن عہد رسالت میں ان دونوں فریقوں نے یہ نہیں کیا۔ نہ تو یہودی اب تک موت کی تمنا کر سکے اور نہ نصاریٰ نجران نے مباہلہ کی چیلنج کو قبول کیا۔ یہی ان پر قطعی حجت ہے اگر وہ عقل رکھتے ہیں۔ امام احمدؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے اور تفسیر طبری میں بھی مذکور ہے ، لوان الیہود تمنوا الموت لماتوا ولراوا مقاعدھم من النار، ولو خرج الذین یباھلون رسول اللہ ﷺ لرجعوا لایجدون اھلاً ولا مالاً "اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو وہ مرجاتے اور جہنم میں اپنے ٹھکانے ان کو نظر آتے اور اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مباہلہ کرنے والے باہر آتے تو اس حال میں لوٹتے کہ اپنا کوئی مال اور اہل وعیال نہ پاتے۔" (تفسیر طبری 424/1 ،مسنداحمد 148/1)

4۔ یہود اپنی تعفن زدہ حقیقت کے نتیجے میں اپنے کالے انجام کا سامنا کرنے کی وجہ سے موت سے خائف ہیں ،اس وجہ سے وہ تمام لوگوں سے زیادہ اس حیات دنیوی سے شدید محبت کرتے ہیں، بلکہ مشرکین سے بھی بڑھ کر زیادہ محبت کرتے ہیں، جن کا دنیاوی زندگی کے علاوہ کسی دوسری زندگی پر ایمان نہیں ۔ تو ان مشرکین کی تمام تر محبت اس زندگی کے ساتھ اس لئے ہے کہ ان کا کسی دوسری زندگی کا عقیدہ ہی نہیں لیکن اس کے باوجود یہود ان مشرکین سے بھی زیادہ دنیا کی زندگی سے محبت کرتے ہیں۔ آخری آیت میں ان کی اس حالت کا بیان ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِأَنْ يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (96) "اور آپ ضرور انہیں لوگوں سے زیادہ زندگی کا حریص پائیں گے، مشرکوں سے بھی زیادہ۔ ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ کاش ! وہ ہزار سال کی عمر پائے ! مگر عمر پانا انھیں عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اور اللہ دیکھ رہا ہے جو وہ کرتے ہیں"

تو اس آیت میں جس زندگی کا ذکر ہے اس سے مطلق زندگی مراد ہے ،یعنی کوئی بھی زندگی۔ لیکن آیت کے اس دوسرے ٹکڑے کے مفہوم کے ذریعے اس کی مطاقیت کو مقید کیا گیا(يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ)یعنی لمبی عمر۔

اس آیت میں (أَحَدُهُمْ) کی ضمیر مشرکین کی طرف لوٹانا بھی جائز ہے ،اور معنی اس طرح ہو گا کہ یہود ان مشرکین سے بھی بڑھ کر زندگی کے حریص ہیں جن میں ایک ایک آدمی ہزار سالہ زندگی کی خواہش کرتا ہے کیونکہ یہ مشرکین تو دنیا کی زندگی کے علاوہ کسی دوسری زندگی کو جانتے تک نہیں ،اس لئے وہ اس زندگی میں ممکن حد تک عرصہ دراز تک زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ اور اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ ضمیر یہود کی طرف لوٹے ، پھر معنی کچھ یوں بنتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک طویل زندگی کا خواہشمند ہوتا ہے ۔ یہی راجح ہے اور اس کا قرینہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے(وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ) ۔ پس مشرکین کا اس بات پر ایمان نہیں کہ آخرت بھی ہو گی تو ان کا عذاب سے خائف ہونا بھی متصور نہیں۔ جہاں تک یہود کی بات ہے تو انہیں تو آخرت اور وہاں کے عذاب کا یقین ہے۔ عذاب کا یقین اس لئے ہے کہ اپنے بداعمال کا انہیں احساس ہے ،تو وہ کبھی بھی موت کو پسند نہیں کریں گے ،تاکہ حتی الامکان عذاب سے بچ سکے۔ تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ خواہ ان کی عمریں کتنی لمبی ہو جائیں ،ہزار سال یا اس سے بھی زیادہ، عذاب بہرحال انہیں آپکڑے گا، کیونکہ آخرکار انہوں نے مرکر اپنے رب کے پاس لوٹنا ہے۔

ربیع الاول کا سب سے بڑا تحفہ: رحمت انسانیت محمد ﷺ

تحریر: مصعب بن عمیر

محمد ﷺ کی امت کے لیے ربیع الاول انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مہینے میں نہ صرف پوری انسانیت کے محسن آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی بلکہ آپ ﷺ کو رسالت کے منصب پر بھی اسی مہینے میں فائز کیا گیا۔ اس مہینے نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کو نبوت کے منصب پر فائز ہونے کا شرف حاصل کیا بلکہ ہجرت کی صورت میں آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کا حکمران بھی بنتے دیکھا۔ اسی مہینے ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ اپنے رب کی جانب لوٹ گئے تاکہ قیامت کے دن اس امت کے لیے شفاعت کا باعث بن سکیں۔

ربیع الاول کے مہینے میں آپ ﷺ کو پوری انسانیت کا محسن اور آخری نبی اور رسول کے منصب سے نوازا گیا۔ ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی نے اپنی کتاب التنبیه والإشراف میں مندرجہ ذیل روایت بیان کی ہے کہ:

فلما بلغ أربعين سنة بعثه الله عز وجل الى الناس كافة يوم الاثنين لعشر خلون من شهر ربيع الأول... وله صلّى الله عليه وسلّم يومئذ أربعون سنة وتنوزع في أول من آمن به من الذكور، بعد إجماعهم على أن أول من آمن به من الإناث خديجة

"اور جب وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ گئے تو اللہ سبحانہ وتعالی نے پیر کے دن ربیع الاول کے پہلے دس دنوں میں انھیں پوری انسانیت کے لیے پیغمبر کے منصب پر فائز کیا۔۔۔اس دن رسول اللہ چالیس سال ﷺ کے تھے اور مردوں میں ایمان لانے والے پہلے مرد کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے، ہاں سیرت نگاروں اور مؤرخین کا اس پر اجماع ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا خواتین میں ایمان لانے والی پہلی خاتون تھیں"۔ اور احمد بن محمد بن ابو بکر بن عبدا لمالک القسطلانی نے اپنی کتاب المواهب اللدنية بالمنح المحمدية میں لکھا ہے کہ:

"ولما بلغ رسول الله- صلى الله عليه وسلم- أربعين سنة ...

وقال ابن عبد البر: يوم الاثنين لثمان من ربيع الأول سنة إحدى وأربعين من الفيل. وقيل: فى أول ربيع:

بعثه الله رحمة للعالمين، ورسولا إلى كافة الثقلين أجمعين"

"جب رسول اللہ ﷺ چالیس سال کی عمر کو پہنچے ۔۔۔اور ابن عبدالبر نے کہا: پیر 8 ربیع الاول واقعہ فیل کے 41ویں سال ۔۔یہ کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں انھیں تمام انسانیت کے لیے رحمت اور تمام اقوام پر رسول بنا کر بھیجا گیا"۔

اور انبیاء کی شاندار اور منفرد تاریخ میں رسول اللہ ﷺ کا اس منصب پر فائز ہونا کتنا منفرد تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاءؑ پر فضیلت عطا کی گئی۔ پچھلے انبیاءؑ کی طرح رسول اللہ ﷺ کسی مخصوص قوم یا متعین زمانے کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے جیسا کہ قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط یا بنی اسرائیل پر مخصوص انبیاء بھیجے گئے۔ رسول اللہ ﷺ تمام قوموں کے لیے اور تمام آنے والے وقتوں کے لیے، جس دن سے انھیں اس منصب پر فائز کیا گیا اور اس وقت تک کہ جب قیامت آجائے گی، اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ، **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلاَّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ** "اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے" (الانبیاء: 107)۔ لہٰذا آپ ﷺ کو تمام لوگوں پر نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ہے چاہے وہ عرب ہوں یا غیر عرب، افریقی ہوں یا ایشیائی، یورپی ہوں یا امریکی۔ آپ ﷺ کا پیغام تمام انسانیت کے لیے رحمت ہے اور یہ تمام ادیان پر غالب ہونے کے لیے آیا ہے، ان پر بھی جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں چاہے ان کو یہ ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ عظیم ترین ذمہ داری کس طرح اٹھائی، ایسی ذمہ داری جو اللہ کے کسی بندے پر اس سے پہلے نہیں ڈالی گئی تھی اور نہ آئندہ کبھی ڈالی جائے گی۔ کس طرح رسول اللہ ﷺ نے بغیر آرام و سکون کے مسلسل جدوجہد کی، اس راہ میں عظیم مشکلات کا صبر کے ساتھ سامنا کیا، اپنے پیغام کو حکمت اور دانائی کے ساتھ بیان کیا، گناہ گاروں کو پاک کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی شکل میں ایسے مضبوط لوگوں کی جماعت تیار کی، جس پر اس عظیم امت کی عمارت تعمیر ہوئی۔ صحابہ کرام کے درمیان اس بات پر اجماع تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمام اقوام کے لیے پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ صحابہ کی جماعت میں ہمیں صہیب جو کہ رومی تھے، سلمان جو کہ ایرانی تھے اور بلال جو کہ افریقی تھے اور بے شمار لوگ ملتے ہیں، جن کا تعلق عرب کے مختلف قبائل سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اسلامی عقیدے کی بنیاد پر یکجا کر دیا اور ان کے درمیان اس عقیدے کی بنیاد پر ایسا بھائی چارہ قائم کیا جو خون اور نسلی عصبیت کی بنیاد پر بننے والے رشتوں سے کہیں زیادہ مضبوط تھا۔ صحابہ کے درمیان یہ مضبوط تعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے تھا۔ پھر اس مضبوط رشتے میں جڑے یہ صحابہ قطار در قطار ایک ایسے شاندار اور عظیم ڈھانچے میں ظاہر ہوئے جس کے سامنے اس وقت کے قبائلی ڈھانچے ماند پڑ گئے۔ ان کے اس ایمانی بھائی چارے نے قبائلی، قومیت اور نسل پرستی جیسے فضول رشتوں کو توڑ ڈالا جس نے انسانیت کو رحم سے محروم کر رکھا تھا جو محبت کی جگہ نفرت، تعاون کی جگہ عداوت اور تحفظ کی جگہ عدم تحفظ کو پروان چڑھاتے ہیں۔

مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اس پیغام رحمت کی شمع سے پورا جزیرۃ العرب منور ہو گیا۔ مظلوموں کے لیے یہ امید کا پیغام تھا جو قبائلی نظام میں جکڑے ہوئے تھے اور ظالموں کے لیے یہ پیغام ایک انتباہ تھا۔ اس سچائی کی جانب قرب و جوار سے ہر کوئی متوجہ ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ظالموں نے اپنے تکبر اور گھمنڈ میں اس کو مسترد کر دیا۔ کفر نے ان کے دلوں کو سخت اور بند کر دیا۔ انھوں نے اپنی طاقت اور حاکمیت کو رسول اللہ ﷺ اور ان تمام

لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال کیا، جو اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لائے تھے۔ انھوں نے اس پیغام اور اس پیغمبر کے خلاف جھوٹی باتیں پھیلائیں، ان کا پیچھا کیا اور ان پر اس قدر تشدد کیا کہ کئی صحابہ شہید ہوگئے۔ لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیغام کی اشاعت کے کام کو جاری رکھا اور اللہ کے سوا کسی کے خوف کو خود پر غالب نہ ہونے دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خفیہ طریقے سے اور ذہانت کے ساتھ جدوجہد کی تاکہ ان لوگوں سے نصرۃ (مادی مدد) حاصل کی جائے جو جنگیں لڑنے کے ماہر تھے تا کہ ان کی مدد سے اپنے پیغام کو حکومت کی شکل میں ڈھال دیں۔

اس سخت امتحان کے وقت میں ماہِ ربیع الاول نے ایک اور تحفہ بھی دیا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت ہے کہ جس کے ذریعے مدینہ منورہ میں اسلام کی بنیاد پر ریاست قائم ہوئی جو کہ آنے والے دنوں میں پوری دنیا کے لیے مینارہ نور بن گئی۔ مدینہ کے دو طاقتور قبائل، اوس و خزرج سے مادی مدد مل جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی اور مکہ کی مظلومیت کے دنوں کا خاتمہ اور مدینہ میں اسلام کی حکمرانی کا دور شروع ہوا۔ بخاری نے اپنی صحیح میں ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ عروہ ابن الزبیر نے انھیں بتایا کہ: **وَسَمِعَ الْمُسْلِمُونَ بِالْمَدِينَةِ مَخْرَجَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ... فَتَلَقَّوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِ الحَرَّةِ، فَعَدَلَ بِهِمْ ذَاتَ اليَمِينِ، حَتَّى نَزَلَ بِهِمْ فِي بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، وَذَلِكَ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيعٍ الأَوَّلِ...**" اور مدینہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے روانگی کا سُن لیا تھا۔۔۔ اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا استقبال حرہ کے مقام پر کیا پھر اس کے دائیں طرف ان کو ساتھ لے کر چلتے چلتے قبیلہ بنی عمر وبن عوف میں ٹھہرے، اور وہ پیر کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔۔" اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں البراء سے روایت کی کہ: **أَنَّ قُدُومَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ كَانَ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ**" رسول اللہ پیر کے روز بارہ ربیع الاول کی رات کو پہنچے"۔ الطبری نے اپنی کتاب "انبیاء اور حکمرانوں کی تاریخ" میں کہا ہے کہ: **حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قال: قدم رسول الله ﷺ الْمَدِينَةَ يَوْمَ الاثْنَيْنِ، لاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيعِ الأَوَّلِ** "ہم نے ابن حمید سے سنا کہ، ہم نے سلمہ سے، ابن اسحاق سے، زہری سے سنا کہ: رسول اللہ ﷺ مدینہ پیر بارہ ربیع الاول کی رات کو پہنچے تھے"۔

لہٰذا ربیع الاول وہ مہینہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کو نبوت عطا کی گئی اور اسی مہینے میں اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو حکمرانی بھی عطا فرمائی۔ اب چونکہ اسلامی ریاست قائم ہو گئی تھی لہٰذا اسلام کے نفاذ کا عمل بھی بھرپور طریقے سے شروع ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف علاقوں پر صحابہ کو حکمران بنا کر بھیجا، رسول اللہ ﷺ نے جج تعینات کیے اور ایک متحرک اور بیدار عدلیہ کی بنیاد رکھی، آپ ﷺ نے ریاست کے مالی امور کو منظم کرنے کے لیے بیت المال قائم کیا جس کے ذریعے محصولات اکٹھے کیے جاتے اور شہریوں کی ضروریات پر انھیں خرچ کیا جاتا اور آپ ﷺ نے ایک مضبوط اور طاقتور فوج کی تشکیل کی۔ آپ ﷺ نے دوسرے قبائل اور اقوام کو اسلام کی دعوت دی اور اس مقصد کے لیے مختلف بادشاہوں اور شہنشاہوں کو خطوط بھیجے۔ آپ ﷺ اسلامی ریاست کی حدود کو مسلسل پھیلاتے رہے کیونکہ یہ ان کی ذمہ داری تھی کہ اسلام کی دعوت کو جو کہ انسانیت کے لیے رحمت ہے، پوری دنیا تک پہنچایا جائے اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، **إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۞ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا** "جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لیں "(النصر: 1-2)۔

رسول اللہ ﷺ نے اس امت کو اس بات سے باخبر کیا کہ ان کا مقصد مکمل ہو گیا جو کہ انسانیت کے لیے ایک رحمت ہے۔ آپ ﷺ نے اس مقصد کو واضح کیا جس کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا تھا اور وہ مقصد یہ تھا کہ پوری دنیا پر اسلام کی رحمت چھا جائے۔ اور پھر خلافت راشدہ کے دور میں امت نے اس بات کو یقینی بنایا کہ اسلام اس وقت کی دو عظیم سلطنتوں، روم اور فارس پر، قائم ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس بات سے آگاہ کیا کہ مغرب میں استنبول فتح ہو گا اور یہ بشارت عثمانی خلافت کے دور میں پوری ہوئی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے پوری مغربی دنیا پر اسلام کی حکمرانی کی بشارت بھی دی جو انشاء اللہ ایک بار پھر اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ضرور پوری ہو گی۔ اور انشاء اللہ اسلامی ریاست کے قیام کے بعد یہ امت ایک بار پھر دنیا کی عظیم امت بنے گی اور اس بات کو یقینی بنائے گی کہ اسلام دنیا کے تمام دیگر نظام ہائے حیات پر مکمل طور پر حاوی ہو جائے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقصد کو مکمل کر دیا جائے۔

تو ربیع الاول کا مہینہ اور ماضی میں اس مہینے میں ملنے والی خوشخبریاں ہمارے لیے جوش و جذبے کا باعث ہونی چاہیے کہ ہم ایک بار پھر اسلام کے جھنڈے کو سب سے بلند کریں، جو مظلوموں پر ہونے والے ظلم کا خاتمہ کرے اور ظالم حکمرانوں کو ان کے ظلم پر خبردار اور ان کی گوشمالی کرے۔ اس مہینے کی عظمت ہمیں ظالم حکمرانوں کے ظلم کے باوجود اسلام کے نفاذ کے لیے صبر و استقامت کے ساتھ جدوجہد کرنے پر مجبور کرے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت ہمیں اس قدر عزیز ہو جائے کہ ہم ان قومیتوں کی جھوٹی دیواروں کو گرا دیں جس نے ہمیں پچاس سے زائد ممالک میں بانٹ دیا ہے اور ہم کلمہ طیبہ کے جھنڈے تلے ایک بار پھر یکجا ہو جائیں۔ ربیع الاول کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا ذکر ہمارے فوجی افسران اور جوانوں میں یہ جوش و جذبہ پیدا کر دے کہ وہ اسلامی ریاست کے قیام اور اسلام کے نفاذ کے لیے مادی مدد فراہم کر دیں۔ اور یہ مہینہ ہم میں وہ تڑپ اور بے چینی پیدا کر دے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیغامِ رحمت کو پوری انسانیت تک پہنچانے کے لیے زبردست طریقے سے متحرک ہو جائیں۔ آئیں کہ ایک بار پھر ماضی کی طرح اس امت کو دوبارہ اس عظیم مقام پر پہنچا دیں کہ وہ پوری انسانیت پر گواہ بن جائے۔ اسلام کو ایک ریاست کی شکل میں نافذ کریں اور اس کی ہدایت کو تمام دیگر ادیان اور نظام ہائے حیات پر حاوی کر دیں۔

مسلم افواج کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں سے غداری

نصیر الاسلام محمود

جس وقت امت مسلمہ نے خواب غفلت سے بیدار ہو کر مغرب کی غلامی اور بالادستی سے آزادی کا مطالبہ کیا اس وقت یہ مشاہدہ کیا گیا کہ مسلمانوں کی افواج ان غیر شرعی حکومتوں کا دفاع کر رہی ہیں جن کو کافر مغرب نے امت مسلمہ پر مسلط کر رکھا ہے۔ مسلم افواج کو چاہیے تھا کہ موجودہ خود ساختہ حکومتوں سے چھٹکارہ پانے کے ذریعے مغرب کی بالادستی سے آزادی اور ایک ایسے نظام کے قیام کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے پسند کیا ہے ،امت کے شانہ بشانہ کھڑی ہوں۔ لیکن افواج نے انہی حکومتوں کا دفاع کیا حتیٰ کہ ایجنٹ حکمرانوں کے خلاف آواز بلند کرنے پر حکمرانوں کے حکم پر مسلمانوں کا قتل عام کیا جس سے ایسا لگا کہ مسلمانوں کی افواج بھی حق اور اپنی امت کے خلاف باطل کے دست و بازو بن گئے ہیں۔

امت کی جانب افواج کے اس المناک رویے کے کچھ اسباب ہیں اور ہمیں ان اسباب پر غور کرنا چاہیے جن کی وجہ سے افواج نے ان سرکش حکمرانوں کا ساتھ دیا۔ ان اسباب پر غور کرنے کے بعد ہی ہمیں معلوم ہو گا کہ یہ دردناک صورت حال دائمی ہے یا عارضی کہ جس پر قابو پایا جا سکتا ہے خصوصاً اس وقت جب ریاست خلافت قائم ہو جائے گی جو انشاءاللہ اب بہت قریب ہے۔

مسلمانوں کی افواج کی جانب سے مغرب کی کٹھ پتلی حکومتوں، جو کہ کفر کے ذریعے حکومت کرتی ہیں، کا ساتھ دینے کے کئی اسباب ہیں جن میں سے نمایاں یہ ہیں:

1۔ عسکری قیادت میں اعلیٰ ترین عہدوں پر مغرب نوازوں کی موجودگی، جن کا نصب العین ہی یہ ہے کہ اپنے تکبر اور بے تحاشا دولت جمع کرنے کے لیے اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ لہٰذا یہ اپنے عہدوں سے چمٹے رہتے ہیں اور انہیں بچانے کے لیے اپنی فوجی غیرت سے دستبردار ہوتے ہیں۔ کچھ تو ایسے ہیں کہ میدان کارزار کے جرنیل نہیں بلکہ مال و دولت کے جرنیل ہیں۔ یہ قیادتیں مسلم افواج کی قیادت کے اہل نہیں۔ بلاشبہ یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں امت کی رسوائی کے ذمہ دار ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے مغرب امت کے معاملات میں مداخلت کرتا ہے، بلکہ انہی کے ذریعے حکومت کرتا ہے کیونکہ یہ مغرب کی طرف سے مسلط کردہ خود ساختہ حکومتوں کی چوکیداری کرتے ہیں۔ یوں یہ قیادتیں مسلم علاقوں میں سرکشوں کے تخت و تاج اور خود ساختہ حکومتوں کی حفاظت کے لیے افواج کی قیادت کرتی ہیں۔ حقیقی جنگوں میں افواج کی قیادت کرنے کی بجائے استعماری کافر کے مفادات کے لیے امت مسلمہ کے خلاف جنگ میں ان کی قیادت کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال عراق کے خلاف جنگ میں مسلم افواج کا مغربی صلیبی اتحاد میں شامل ہونا ہے۔ اسی طرح ایک اور مثال پاکستانی فوج اور متحدہ عرب امارات وغیرہ کے فوجی یونٹوں کا افغانستان پر قبضے کے لیے نیٹو اور امریکہ کی مدد کرنا ہے۔ اگر یہ قیادتیں ان مسلم قیادتوں کی طرح ہوتیں جیسا کہ صحابہ، تابعین اور پھر اسلامی حکومت کے سائے میں تیرہ سو سال تک ان کے نہج پر چلنے والے لوگ جن کے ذکر سے تاریخ کے اوراق بھرے ہیں، تو اس امت کو موجودہ کمزوری اور ذلت کا سامنا نہ ہوتا۔ کہاں یہ موجودہ قائدین اور کہاں محمد ﷺ، اسلامی فوج کے پہلے کمانڈر انچیف۔ بدر کے دن آپ ﷺ اپنے صحابہ کی صفیں سیدھی فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا جس سے صفیں درست کر رہے تھے، اس دوران سواد بن غزیۃ کے پاس سے گزرے جو کہ بنی عدی بن النجار کے حلیف تھے۔ سواد بن غزیہ صف سے آگے نکلے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے تیر سے ان کے پیٹ کو دبایا اور فرمایا: سواد قطار میں ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے مجھے تکلیف دی میں بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: بدلہ لے لو۔ انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے جب دبایا تھا تو میں نے قمیص نہیں پہنی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے بطن مبارک کو ظاہر کیا اور فرمایا: بدلہ لے لو۔ سواد آپ ﷺ سے لپٹ گیا اور بطن مبارک کو بوسہ دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سواد تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا: آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ جنگ میں کودنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ قتل ہو جاؤں تو میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کے ساتھ آخری معاملہ میرا یہ ہو کہ میرا بدن آپ ﷺ کے بدن کو چھوے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے خیر کی دعا فرمائی۔ ایک بار ایک مسلم کمانڈر جن کے سامنے لذیذ کھانا لایا گیا تو انہوں نے پوچھا کہ سپاہیوں کو بھی یہی کھانا دیا گیا ہے۔ کہا گیا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ پھر میرے لیے بھی وہی کھانا لاؤ جو عام سپاہیوں کے لیے ہے۔

2۔ مسلم افواج میں موجود فوجی نظریات اور قواعد کا اسلامی عقیدے سے الگ ہونا۔ اگرچہ عالم اسلام میں افواج کا عقیدہ اسلامی عقیدہ ہی ہے مگر ان افواج کا فوجی نظریہ اسلامی عقیدے سے الگ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلم سپاہی وطنی چپقلش، نسلی تعصب یا کسی بھی جاہلانہ سوچ کی وجہ سے اپنے ہی ہم عقیدہ بھائی سے لڑتا ہے۔ وہ اسلامی عقیدہ جو ان کو یک جان کرتا تھا باہمی جنگوں اور لڑائیوں میں غیر موثر ہے۔ اسلامی عقیدے کی حمیت عالم اسلام کی افواج میں موجود سپاہیوں پر اثر انداز نہیں ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک سپاہی بشمول اپنے علاقے کے دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے بہن بھائیوں کی آہ و بکا سن اور دیکھ کر بھی اس کو اپنے اس اسلامی عقیدے سے مربوط نہیں کرتا جس کی بنیاد پر مجبوروں اور مظلوموں کی مدد کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ بے بس اور ستائے ہوئے مسلمان مدد کے لیے پکار رہے ہیں جیسا کہ شام کے مسلمان، برما کے مسلمان، فلسطین اور کشمیر کے مسلمان اور افغانستان کے مسلمان لیکن مسلم افواج کے سپاہی اس کو اپنے عقیدے سے اس طرح مربوط نہیں کرتے جیسے وہ نماز اور بعض عبادات خصوصاً نوافل کو کرتے ہیں۔ اپنے مجبور بھائیوں کے حوالے سے اپنے اوپر عائد ہونے والے

فریضے کو اسلامی عقیدے سے مربوط نہیں کرتے۔ وہ اگرچہ اللہ کے اس ارشاد کی تلاوت کرتے ہیں ((**...وَاِنِ اسۡتَنۡصَرُوكُمۡ فِي الدِّينِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ...**)) "اگر وہ دین کی بنیاد پر تم سے مدد مانگیں تو مدد تم پر لازم ہے"، مگر وہ اس آیت کو اپنے دینی بھائیوں کی مدد کے حوالے سے اپنی ذمہ داری سے مربوط نہیں کرتے۔ اسی طرح اگرچہ ان کو اس خاتون کا قصہ یاد ہے جس نے "وامعتصماہ" یعنی "ہائے معتصم" کہہ کر مدد طلب کی تھی اور معتصم بھی اس کی مدد کے لیے نکل پڑا تھا اور اس کو اور اس کے ساتھ دوسرے خاندانوں کو آزاد کرالیا اور اس علاقے کو جس میں "انقرہ" بھی شامل تھا، فتح کر لیا۔ مگر یہ اس قصے کو اپنے آباؤاجداد پر فخر کرنے کے لیے پڑھتے ہیں ان کے نقش قدم پر چلنے کے لیے نہیں۔

اسلامی عقیدے کا مسلم افواج کے فوجی نظریے کا اساس ہونا لازمی ہے۔ اسلامی فوج کا نصب العین اسلامی عقیدے، مسلمانوں اور اسلامی ریاست کی حفاظت اور اسلام کی دعوت کو پوری انسانیت تک پہنچانا ہے کیونکہ اسلام پوری انسانیت کے لیے اللہ کی ہدایت ہے۔ کوئی بھی چیز جو مذکورہ امور میں سے کسی ایک کے لیے خطرہ پیدا کرے تو اسلامی افواج کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے دفاع اور حفاظت کے لیے سر دھڑ کی بازی لگادے۔

3۔ مسلم افواج میں اسلامی ثقافت (اسلامی تربیت) کا فقدان بلکہ ان کی تربیت غیر اسلامی ثقافت کے ذریعے کی جاتی ہے۔ لہٰذا مسلم افواج کافر استعمار کے سامنے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ مغرب اپنی ثقافت نافذ کرنے کی شرط پر ہماری افواج کو اسلحہ فراہم کرتا ہے۔ وہ ہماری افواج کو ایسے کورسز کرواتے ہیں جن میں کرپٹ مغربی آزادیوں کے تصور اور جمہوریت کی تعریف بیان کی جاتی ہے اور نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر دراصل اسلام کے خلاف لڑنے پر ان کی تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔ یہ تربیت اس حد تک کی گئی کہ اب ہماری افواج اپنے ہی لوگوں کو دہشت گرد سمجھتے ہوئے جنگ کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ فوجی انٹیلی جنس ایجنسیاں اسلامی شعائر کے پابند اور امت کے عروج کے لیے کام کرنے والوں کو نشانہ بناتی ہیں اور امت کے خلاف دشمن مغربی ممالک کی سازشوں کی انھیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر افواج پاکستان کی تربیت اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے امریکہ خوش ہو جائے اور اس کے مفادات کی حفاظت ہو سکے۔ اسی کو بنیاد بنا کر فوج نے یہ نظریہ اپنایا کہ دشمن اندرونی ہے جس کی تعریف امریکہ نے "سیاسی اور جہادی اسلام" کے طور پر کی ہے۔ انھوں نے امریکہ اور بھارت کو دشمن نہیں سمجھا بلکہ سیاسی و جہادی اسلام کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو دشمن قرار دیا۔ انھوں نے ان مجاہدین کو دبانا شروع کر دیا جو خطے میں امریکہ کے قبضے کے خلاف لڑتے ہیں اور یہ کہا کہ یہ لوگ "دہشت گرد" اور "قومی سلامتی" کے دشمن ہیں۔ پاکستان کی فوجی انٹیلی جنس نے فوج اور عام شہریوں میں موجود اسلام کے داعیوں کی جاسوسی کرنا شروع کر دی جو خلافت کے قیام کے ذریعے امت کی نشاۃ ثانیہ کے لیے سخت جدوجہد کر رہے ہیں۔

فوج کو لازمی بہترین اور اعلیٰ پیشہ ورانہ تعلیم و تربیت فراہم ہونی چاہیے اور ان کی سوچ میں فکری بلندی کی سطح بھی ممکن حد تک اعلیٰ ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ فوج میں ہر شخص کی اسلامی تربیت بھی ہونی چاہیے جو انھیں اس قابل بنادے کہ وہ اسلام کو سمجھ سکیں تاکہ ایک سپاہی اپنے اصل دشمن کو جان سکے اور اسے شکست دینے کے لیے لڑے اور اس کو اپنی شرعی ذمہ داری سمجھے اور رسول اللہ ﷺ کے قول کے مطابق عمل کرے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((**كُلُّ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى ثَغْرَةٍ مِنْ ثُغَرِ الْإِسْلَامِ، اللهَ اللهَ لَا يُؤْتَى الْإِسْلَامُ مِنْ قِبَلِكَ**)) "مسلمانوں میں سے ہر شخص اسلام کی چوکیوں میں سے ایک چوکی کا محافظ ہے، اسے اپنی چوکی سے اسلام کا دفاع کرنا ہے اور اپنی چوکی پر شکست کو قبول نہیں کرنا ہے"۔

اس سب کچھ کے بعد اب سوال یہ ہے کہ کیا ان افواج سے امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں؟

اس کا جواب ہے کہ یقیناً انہی سے امید بھی ہے۔ باوجود اس کے کہ مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر ان افواج نے امت مسلمہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا جس کی وجہ سے امت اپنے دشمنوں کے سامنے شرمندہ ہوئی مگر مسلم افواج میں مخلصین کی بھی ایک بڑی تعداد ہے جو مناسب موقع پر اسلام اور مسلمانوں کی مدد کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ ان کا اجل اور رزق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ امت کا عروج خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے انہی فرزندوں پر موقوف ہے۔ خالد نے بستر مرگ پر لیٹے ہوئے فرمایا تھا ((**لقد شهدتُ مائة زحف أو زُهاءَها، وما في جسدي موضع شبر إلا وفيه ضربةٌ أو طعنة أو رَمْية، ثم هأ نا ذا أموت على فراشي كما يموت العَيْر، فلا نامت أعين الجبناء**)) "میں نے شہادت کی آرزو لیے سو کے قریب جنگیں لڑی ہیں اور میرے جسم میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تلوار، نیزے اور تیر کے زخم کا نشان نہ ہو۔ پھر بھی اب میری یہ حالت ہے کہ آج اونٹ کی طرح بستر پر مر رہا ہوں، سو بزدلوں کی نیندیں ہمیشہ اڑی رہیں"۔ یہ وہ سپاہی تھے جو واقعی اللہ کی تلوار کہلوانے کے حقدار تھے اور وہ تلوار اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف آخری دم تک حرکت میں رہی۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی علاقوں میں فوجیوں کی بہت بڑی اکثریت صرف آرڈر (حکم) کی پابندی کر رہی ہے جبکہ ان کے دل خون کے آنسو روتے ہیں کیونکہ وہ بھی اس امت کا حصہ ہیں۔ جیسے ہی ان کو موجودہ ایجنٹ قیادتوں سے جان چھڑانے کا موقع ملے گا تو وہ فوراً یہ کام کر گزریں گے۔

یوں ان افواج سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ انہی کے اندر امت کے جواں مرد موجود ہیں۔ عنقریب امت اور اس کی افواج کافر مغرب سے چھٹکارا پالیں گی اور ایسے کارہائے نمایاں انجام دیں گے کہ اللہ ان سے راضی ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ**)) "جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے"۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے ڈائریکٹر انجینئر عثمان بخاش کا انڈونیشیا میں "ریاست خلافت کے قیام میں علماء کا کردار" کے موضوع پر کانفرنس سے خطاب

حزب التحریر مرکزی میڈیا آفس کے ڈائریکٹر انجینئر عثمان بخاش نے بروز منگل 18 ذی قعدہ 1434ھ بمطابق 24 ستمبر 2013م کو انڈونیشیاء کے شہر جاکارتہ میں "خلافت کے قیام میں علماء کا کردار" کے موضوع پر ہونے والی کانفرنس سے سکائپ کے ذریعے خطاب کیا۔ ان کی تقریر کا مکمل متن مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے کتاب کریم میں فرمایا، اور جس کا فرمان حق ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کو راہ راست پر لانے) کے واسطے پیدا کیے گئے ہو، تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو" [آل عمران: 110].

درود وسلام ہو اللہ کے رسول اور مجاہدین کے امام پر جنہوں نے فرمایا:

((لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلَى يَدِ الظَّالِمِ، وَلَتَأْطِرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا، أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ قُلُوبَ بَعْضِكُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَلَيَلْعَنَنَّكُمْ كَمَا لَعَنَ بني إسرائيل))

"تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروگے، ظالم کا ہاتھ روکوگے، اس کو حق کے سامنے لازماً سرنگوں کروگے ورنہ اللہ تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت ڈال دیں گے اور بنی اسرائیل کی طرح تم پر بھی لعنت کریں گے" [أبو داود، الترمذی].

جکارتہ میں اللہ کے دین کی مدد اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جمع ہونے والے اے فاضل علماء کرام، میں آپ کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سلام کرتا ہو: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گزشتہ رجب آپ کی میزبانی میں ہونے والی خلافت کانفرنس میں اللہ نے ہمیں شرکت کا موقع عطا فرمایا تھا، اس کے بعد آج سکائپ کے ذریعے آپ سے مخاطب ہوں اور یہ میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بھائیوں اور بہنوں کو اُس کانفرنس کی کامیابی کے لیے دن رات محنت کرتے ہوئے دیکھا تھا، اس پر اللہ انھیں بہترین اجر سے نوازے جو اس امت کے لیے بہترین ہے۔

اے فاضل علماء کرام

آپ وہ لوگ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے علم کو لوگوں تک پہنچانے کی امانت سپرد کردی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو لوگوں تک دین کے احکامات کی تعلیم دینے میں اپنا وارث قرار دیا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس کو ترمذی نے روایت کی ہے **(... وإن العلماء ورثة الأنبياء)** "اور علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں"۔

لوگ علماء کے بغیر بے خبر اور لاعلم ہوتے ہیں، جن کو انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین دھوکہ دیتے اور ان پر اثر انداز ہوتے ہیں، وہ ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہوتے ہیں، ان کو ہر سمت سے گمراہی اور خواہشات کے اندھے طوفان کا سامنا ہوتا ہے۔

لہٰذا علماء ہی زمین پر لوگوں کے لیے اللہ کی نعمت ہیں، یہی اندھیری رات میں چراغ اور امام ہدایت ہیں۔ علماء اللہ کی زمین پر اس کی حجت ہیں، ان ہی کے ذریعے قلوب واذہان سے گمراہ کن افکار کو ختم اور شک کے بادلوں کو ہٹایا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی علماء کو ستاروں سے تشبیہ دی: **((إن مثل العلماء في الأرض كمثل النجوم يهتدى بها في ظلمات البر والبحر. فإذا انطمست النجوم أو شكت أن تضل الهداة))** "زمین میں علماء کی مثال ستاروں کی طرح ہے جن کے ذریعے بحر و بر کی تاریکیوں میں راستہ ملتا ہے۔ اگر ستارے مدہم ہو جائیں تو چلنے والے بھٹک جائیں گے"۔ (احمد نے روایت کی)

مسلمانوں کی تاریخ کے صفحوں کے صفحے علماء کے جراءتمندانہ اور دلیرانہ مؤقف کے قصوں سے بھرے پڑے ہیں جنہوں نے ہمیشہ حق کی آواز بلند کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا اور حکمرانوں کے مظالم کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوگئے۔ یہی لوگ امت کے قائد اور راہنما بن گئے۔ امت ہر مصیبت اور تکلیف میں دین سے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے انہی سے رجوع کرتی تھی، اہم امور میں ان سے مشورہ لیتی تھی۔ یہ علماء حکمران کے سامنے

کھڑے ہو کر ان کو ان کے رب سے ڈراتے تھے اور لوگوں کو ان کے ظلم سے بچاتے تھے۔۔۔۔جس کی وجہ سے بعض اوقات ان علماء کو اصحاب اقتدار کے غیض وغضب کا سامنا ہوتا اور قید وبند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑتا اور کبھی ان کو جسمانی اور ذہنی تشدد کا سامنا ہوتا لیکن وہ ڈٹے اور جمے رہے تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر عمل کرتے تھے کہ: ((سيد الشهداء حمزة ورجل قام إلى امام جائر فا مره ونهاه فقتله)) "شہدا کے سردار حمزہ ہیں اور وہ شخص ہے جو ایک جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہہ دے جس پر وہ اس کو قتل کردے"(الحاکم نے روایت کی)۔

جی ہاں ماضی میں علماء کا یہی کردار رہا۔ جب سے یورپی استعمار اور اس کے بعد امریکی استعمار آئے تو وہ ان نام نہاد علماء کو بھی منظر عام پر لائے جو استعماری شیطان کی جانب سے ان کو دیے جانے والے احکامات کے مطابق فتوے صادر کرتے اور اس باطل کو مباح قرار دیتے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے، اس فریضے کی ادائیگی سے روکتے جس کو خالق نے فرض کیا ہے۔ یہ اپنے غلط فتووں کے ذریعے لوگوں کے لیے ان کے دین میں شکوک وشبہات پیدا کرتے۔انھوں نے امت کو استعمار کے سامنے جھکانے اور ان کے خود ساختہ، باطل اور فاسد قوانین کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے ان کی خواہشات کے مطابق فتوے دیے۔

اور میں ان میں سے چند شواہد کو بیان کرنے پر ہی اکتفا کروں گا:

1۔ان فتووں میں سے مصر میں انگریز استعمار کے پروردہ محمد عبدہ کا وہ فتویٰ ہے جو فتوائے ہندی کے نام سے مشہور ہے۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا انگریز کے ہاں ملازمت کرنے والے کسی مسلمان کے لیے انگریزی قانون کے مطابق فیصلے کرنا درست ہے جو' ما انزل الله 'کے بغیر فیصلہ ہے۔ تو انھوں نے تحریف شدہ شواہد سے بھرپور ایک طویل جواب دینے کے بعد خلاصہ کے طور پر یہ نتیجہ نکالا کہ "کسی مسلمان کی جانب سے ہندوستان میں انگریز حکومت کے ساتھ کام کرنا اور اس کے قوانین کے مطابق فیصلے کرنا بھی ایک رخصت ہے جو دو برائیوں میں سے کمتر کو اختیار کرنے کے زمرے میں آتا ہے"۔اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ مزید کہا "اگر اس عزیمت کا مقصد اسلام کی تائید اور مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت نہ ہو" سبحان اللہ، اللہ کی نافرمانی اور استعماری کافر کی اطاعت کس طرح عزیمت ہو سکتی ہے!!

2۔ فتویٰ ابن باز اور سعودی حکومت کے برائے نام کبار علماء کی کمیٹی میں اس کے حواریوں کی جانب سے خلیج کی دوسری جنگ (1990-1991) میں عراقی فوج سے لڑنے اور اس کو کویت سے نکالنے کے لیے کافر امریکی فوج سے مدد مانگنے کے جواز کا فتویٰ۔ جبکہ یہ فتویٰ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سراسر متصادم ہے کہ:

ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا

"اور اللہ ہرگز کافروں کو مسلمانوں پر بالادستی نہیں دیتا"۔(النساء:141)

اور رسول اللہ ﷺ کا بھی فرمان ہے:

لا تستضيئوا بنار المشركين" مشرکوں کی آگ سے روشنی مت لو"

بلکہ یہ تو محمد بن عبد الوھاب کے مسلک کے بھی خلاف ہے، جنہوں نے مشرکین سے مدد لینے کو دین سے متصادم قرار دیا ہے اور اللہ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

"جو ان سے دوستی کرے گا تو وہ بھی انہی میں سے ہے اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا"(المائدہ:51)

لیکن ابن باز اور اس کے حواریوں نے دلائل پر کان نہیں دھرا بلکہ وائٹ ہاوس میں تیار ہونے والے فتوے کو ہی جاری کیا۔ ان علماء نے عراق میں بہائے جانے والے مسلمانوں کے خون کا گناہ اپنے سر لیا۔۔۔

3۔آخر میں ایک اور کا ذکر، مرسی حکومت کے خلاف بغاوت پر جنرل السیسی کے بارے میں الازہر کے شیخ احمد طیب کا موقف، اگرچہ یہ شخص بھی اسلام کو نافذ نہیں کر رہا تھا، بلکہ کفریہ "جمہوریت" کے مبادی پر ہی کاربند تھا۔

اس کے باوجود الازہر کے شیخ نے ایسی من گھڑت جمہوریت کو برداشت نہیں کیا جس کا سربراہ باریش تھا، شیخ نے اپنے واشنگٹن کے آقاؤں سے ہی وفا نبھانے کو ترجیح دی اور محمد مرسی کو ہٹانے کا جواز اور بہانہ پیش کیا۔

اے فاضل علماء کرام

1924م بمطابق 1342ھ میں جب کافر مغرب خلافت کو منہدم کرنے میں کامیاب ہوا تو امت مسلمہ کو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا، ان پر ایسے ایجنٹ حکمران مسلط کیے جو کفریہ احکامات کے مطابق حکومت کرتے اور لوگوں پر ظلم وجبر کی انتہا کرتے۔ مصطفیٰ کمال اور اس کے ہم مشرب حکمرانوں نے مسلمانوں پر مغربیت تھوپنے کے لیے جیسے صلیبی جنگ شروع کردی اور انھیں دھونس اور ترغیب

کے ذریعے کافر مغربی مادی تہذیب کے زہر کا گھونٹ پینے پر مجبور کرنے لگے۔ جو ان کی پالیسی پر چلنے لگا اس کو اپنے قریب کر دیا اور ان کو عہدے اور مناصب دے کر فانی دنیا کا کچھ مزہ چکھا دیا اور جس نے مزاحمت کی اور حق کی آواز بلند کرنے پر اصرار کیا اور باطل کو للکارا اس کے لیے سزائیں مقرر کی گئی جو قید وبند، جلاوطنی، قتل اور اس کو اور اس کے اہل عیال یا اس کی مدد کرنے والے مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنانے کی شکل میں ہیں، جس کی حالیہ مثال روس، عراق، تاجکستان اور ازبکستان میں حزب التحریر کے شباب میں سے وہ شہدا ہیں جو انشاءاللہ اس حال میں اپنے رب سے جا ملے ہیں کہ وہ ان سے راضی ہے۔۔۔۔

یہ شام کہ جس کی سر زمین کو اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بابرکت قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو ((عُقْرَ دَارِ الإِسْلامِ)) "اسلام کا مسکن" کہا ہے، یہاں ساری دنیا کے سامنے مسلسل خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔

کافر ممالک کے اہل باطل اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ایران، خلیج، ترکی اور اردن میں مسلمانوں کے حکمران شام کے مسلمانوں کو کیمیائی ہتھیاروں کے ذریعے یا پھر بموں کے ذریعے موت کو گلے لگانے کے ذریعے قتل ہو جانے کا آپشن دے رہے ہیں یہاں تک کہ وہ کفر سیکولرازم کے زہر کا گھونٹ نہ پی لیں۔

اس طرح کے مظالم کی ایک لمبی فہرست ہے۔۔۔

لیکن میں آپ کے اس اجتماع کو سلام کہتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کو اس معاملے میں کامیاب کرے جس کا اس نے آپ کو امین بنایا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے دین کے فرائض بتا سکیں۔ اس راستے کا سب سے بڑا فرض خلافت کا قیام ہے، جس میں وہ اپنے لیے عزت وعظمت اور رب کی رضا پائیں گے۔

مسلم علاقوں میں مشرق سے مغرب تک جاری بحث وتمحیص اور گفت وشنید سننے اور دیکھنے والا یہ محسوس کر سکتا ہے کہ کفر افکار کو توڑنے اور اسلامی افکار کو عام کرنے کی کس قدر ضرورت ہے، کافر ممالک کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے لوگوں کی قیادت کرنے کی کس قدر اہمیت ہے، مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور کفار کے منصوبوں کے لیے پروپیگنڈا کرنے والے ایجنٹ سیاست دانوں اور مفکرین کی حقیقت کو بے نقاب کرنا کس قدر ناگزیر ہے۔ اس لیے ہم امید کرتے ہیں کہ آپ امت کو مندرجہ ذیل امور کی دعوت دینے کے لیے ہمارے ہاتھوں میں ہاتھ دیں گے:

1۔ریاست خلافت جو کہ تمام مسلمانوں کی عام قیادت ہے، کے قیام کے ذریعے اسلامی زندگی کی واپسی کی دعوت کا علمبردار بننا، یعنی یہ کسی علاقے یا وطن کی ریاست نہیں ہوتی بلکہ یہ اسلامی عقیدے پر قائم ہوتی ہے اور اندرونی طور پر تمام اسلامی احکامات کو کامل طور پر نافذ کرتی ہے اور دنیا کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لانے کے لیے اسلام کی دعوت کا علمبردار بنتی ہے۔

2۔ رسول کریم ﷺ کے منہج کی پیروی کرتے ہوئے فکری جنگ اور سیاسی جدوجہد کے ذریعے حکومت کے لیے امت کی قیادت کرنا۔

3۔ کسی بھی حال میں موجودہ حکومتوں کے ساتھ گٹھ جوڑ نہ کرنا، ان کی سازشوں اور کج روپالیسیوں کو طشت ازبام کرنا اور گمراہ کن شخصیات کو بے نقاب کرنا۔

4۔ یہ سب کچھ کرتے ہوئے ہمارا نعرہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہو کہ: **((والله لو وضعوا الشمس في يميني والقمر في يساري ما تركت هذا الأمر حتى يظهره الله أو أهلك دونه))** "اللہ کی قسم اگر یہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیں تو بھی میں اس کام کو ترک نہیں کروں گا یہاں تک کہ یا تو اللہ اس کو غالب کر دے یا میں اس راستے میں مارا جاوں"۔

ہمیں اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالی ہمارے ساتھ کیے ہوئے اپنے وعدے کو پورا کریں گے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

"اللہ تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرما چکا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے کہ ان کو زمین میں خلافت سے نوازے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی اور ان کے لیے ان کے اس دین کو جما دے گا جس کو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، پھر وہ بلاخوف میری عبادت کرتے رہیں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور اس کے بعد بھی کوئی ناشکری کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں"۔(النور:55)

ہم اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا گو ہیں کہ وہ جلد سے جلد اپنے دین کی مدد کے ذریعے ہماری مدد کرے اور ہمارے ذریعے اپنے دین کی مدد کرے، وہی ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

آپ کا بھائی

عثمان بخاش

ڈائریکٹر مرکزی میڈیا آفس

حزب التحریر

پاکستان پر یکطرفہ امریکی حملے کا مفروضہ

تحریر: خالد صلاح الدین، پاکستان

پاکستان کی موجودہ سیاسی و فوجی قیادت اس بات سے معذوری ظاہر کرتی ہے کہ وہ خطے میں پاکستان کو امریکی سٹریٹیجک پالیسی کے نفاذ کے لیے استعمال ہونے سے روک نہیں سکتے۔ وہ اپنے اس کمزور اور بزدلانہ عمل کو جائز قرار دیتے ہوئے کئی وجوہات پیش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت کے پاس ملک کو امریکہ کے شیطانی منصوبوں سے محفوظ رکھنے کے لیے سرے سے کوئی سیاسی سوچ ہی موجود نہیں ہے اور اسی لیے ہر صورتحال میں ان کے پاس آخری جواب یہی ہوتا ہے کہ ہم اس قابل نہیں کہ امریکہ کو انکار کر سکیں کیونکہ "وہ بمباری کر کے ہمیں پتھر کے دور میں پہنچا دے گا"۔ اس صورتحال پر بحث سیاسی دلائل کی بنیاد پر کی جائے گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں امریکہ کے سیاسی و فوجی اقدامات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ امریکہ کی یکطرفہ یا اتحادیوں کے ساتھ مل کر حملہ کرنے کی صلاحیت محدود ہے۔

اس بات کی وضاحت ایک انتہائی سادہ مثال کے ذریعے کی جاسکتی ہے۔ سانحہ سلالہ کے بعد جب افواج پاکستان اور عوام کا غصہ جنرل کیانی کی بے عملی کے خلاف شدید ہو گیا تو ان کے اس غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے نیٹو سپلائی بند کر دی گئی۔ اس بندش کے بعد امریکہ نے پاکستان پر پابندیاں لگانے یا اس پر حملہ کرنے کی دھمکی نہیں دی تھی بلکہ اس نے شمال کی جانب سے ایک متبادل راستے کے حصول کے لیے دیگر ممالک سے بات چیت شروع کر دی۔ شمالی راستہ نہ صرف امریکہ کے لیے بہت مہنگا تھا بلکہ اس راستے کو اختیار کرنے سے امریکہ بنیادی طور پر اپنی فوجی سپلائی لائن کے راستے کے حصول کے لیے خطے میں اپنے حریف روس سے مذاکرات پر مجبور ہوا اور اس طرح روس کے مقابل اس کی پوزیشن کمزور ہوئی۔ امریکہ کا پاکستان کے خلاف فوجی راستہ اختیار نہ کرنا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ درحقیقت یہ امریکہ کے لیے سرے سے کوئی حل ہی نہیں ہے جبکہ بندش کی وجہ سے امریکہ مشکل صورتحال کا شکار ہو گیا تھا۔ لہٰذا آگے آنے والی بحث میں ماضی میں ہونے والے واقعات کی نشان دہی اس موضوع کو سمجھنے کے لیے انتہائی اہم ہو گی۔ ان دلائل کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ امریکہ پاکستان کے خلاف یکطرفہ حملہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

پاکستان ایک ریاست ہونے کے ناطے مندرجہ ذیل اہم اور طاقتور عوامل کا حامل ہے جن کو بنیاد بنا کر وہ ایک عالمی طاقت بھی بن سکتا ہے:

☆ایک سو اسی (180) ملین مسلمانوں کی آبادی۔

☆دنیا کی بہترین پیشہ ورانہ صلاحیت کی حامل فوج جس میں سات لاکھ باقاعدہ فوج اور پانچ لاکھ فاضل فوجی شامل ہیں۔

☆بہترین روایتی ہتھیاروں سے مسلح افواج۔

☆ایک مسلمہ ایٹمی قوت جس کے پاس تقریباً ایک سو ایٹمی ہتھیار ہیں جنھیں فضاء سے زمین اور زمین سی فضاء میں مار کرنے والے بیلسٹک میزائلوں کے ذریعے دو ہزار کلومیٹر کے فاصلے سے ہدف پر پھینکا جاسکتا ہے۔

☆پاکستان کا اہم جغرافیائی محل وقوع، جہاں اس کے جنوب میں بحیرہ عرب سے دنیا کے اہم ترین مواصلاتی نظام کی لائنیں اور سمندری جہاز گزرتے ہیں، مغرب میں افغانستان اور ایران، مشرق میں بھارت اور شمال میں چین واقع ہے۔

مندرجہ بالا حقائق اس لحاظ سے اہم ہیں کہ جب بھی امریکہ پاکستان کے خلاف فوجی کاروائی کا سوچے گا تو یہ حقائق اس کے سامنے ہوں گے۔

پاکستان پر حملے کے لیے علاقائی حمایت حاصل کرنے کی امریکہ میں صلاحیت ہی نہیں

امریکہ کی جنگی حکمت عملی کو ان دو جنگوں کے ذریعے عملی طور پر سمجھا جا سکتا ہے جو اس نے افغانستان اور عراق میں لڑیں۔ ان دونوں مواقع پر امریکہ کی حکمت عملی، ان دونوں ممالک کے ہمسایہ میں موجود ممالک میں، اس کی فوجی صلاحیت کے بل بوتے پر قائم تھی۔ ان ممالک کو خطے میں امریکہ کا سیاسی اثاثہ کہا جا سکتا ہے۔ ان سیاسی اثاثوں نے سب سے پہلے امریکہ کو وہ سہولیات فراہم کیں جن کے ذریعے وہ اپنے فوجی ساز و سامان اور افواج کو حرکت میں لا سکے اور اپنی طاقت کا اظہار بھی کر سکے۔ مزید برآں اِن سیاسی اثاثوں نے جنگ کے نتائج کو امریکہ کی مرضی کے مطابق بنانے میں بھی کردار ادا کیا۔

مندرجہ ذیل نقشہ افغانستان کے اطراف میں موجود ممالک کی نشان دہی کرتا ہے۔ یہ واضح ہے کہ افغانستان پر حملے اور وہاں پر اپنی افواج اور فوجی ساز و سامان کو داخل کرنے کے لیے امریکہ کو ایک یا ایک سے زائد ممالک کی مدد کی ضرورت تھی۔ اس مدد کے بغیر امریکہ افغانستان کے خلاف جنگ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ امریکہ کو طالبان کے کمانڈ اینڈ کنٹرول کے مراکز کو تباہ کرنے کے لیے پاکستان کی انٹیلی جنس مدد کی بھی ضرورت تھی۔

اس کے علاوہ امریکہ کو اس بات کی یقین دہانی کی بھی ضرورت تھی کہ افغانستان کے ہمسایہ ممالک امریکہ کے مخالفین کو مدد فراہم نہ کریں۔ لہٰذا امریکہ کی اہم پریشانی یہ تھی کہ ایران، ترکمانستان، ازبکستان، تاجکستان اور پاکستان امریکہ کی جنگی مہم کے خلاف کام نہ کریں۔

امریکہ افغانستان پر جنگ مسلط کرنے میں اس وقت کامیاب ہوا جب جنرل پرویز مشرف نے تمام امریکی مطالبات کو



منظور کر لیا جس کی خود امریکہ کو بھی امید نہیں تھی۔ اس بات کا انکشاف کولن پاول نے اپنی کتاب "Bush at War" میں کیا ہے۔ لہٰذا امریکہ کسی ملک کے خلاف اسی وقت جنگ کر سکتا ہے جب اسے اس قسم کی حمایت میسر ہو۔

حملے کے بعد امریکہ کو افغانستان میں صورتحال کو مستحکم رکھنے میں شدید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جبکہ اس کی ایک لاکھ سے زائد افواج وہاں موجود تھیں۔ مسئلہ یہ تھا کہ افغان قوم کی تعمیر و ترقی کے لیے امریکہ کے پاس کوئی منصوبہ موجود ہی نہیں تھا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ نے اپنی افواج کو حکومتی امور کو چلانے کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ اس نے پہلے سے موجود امریکہ کے حمایتی گروہوں شمالی اتحاد وغیرہ کو افغانستان میں حکومت کے قیام اور اس کے امور کو چلانے کے لیے استعمال کیا۔ لیکن امریکہ نہ صرف افغانستان کی صورتحال کو قابو میں کرنے میں ناکام رہا بلکہ اپنے سب سے مضبوط علاقے کابل میں بھی خود پر ہونے والے حملوں کو روکنے میں ناکام رہا۔اس وقت امریکہ انہی طالبان کو دوبارہ اقتدار میں لانا چاہتا ہے جنھیں اس نے اقتدار سے ہٹایا تھا۔

اب اگر ہم ان ہمسایہ ممالک کی جانب سے مداخلت کی صلاحیت کے حوالے سے ان کی دراندازی کو بھی شامل کردیں تو پھر امریکہ کیسے اس مشکل پر قابو پا سکے گا؟ لہٰذا امریکہ کی حکمت عملی کی کامیابی کا انحصار بنیادی طور پر اس کے سیاسی اثاثوں کی جانب سے فراہم ہونے والی معاونت، اور افغانستان میں موجود امریکہ کے حمایتی ان گروہوں پر ہے جو کہ اندرونی طور پر اسکی مدد کریں گے۔

اسی طرح سے عراق کے خلاف جنگ میں بھی امریکہ نے اپنی حکمت عملی کی کامیابی کے لیے اپنے سیاسی اثاثوں کی معاونت پر انحصار کیا۔

مندرجہ بالا نقشہ عراق کے اطراف میں موجود ممالک کی نشان دہی کرتا ہے۔ افغانستان کی طرح یہاں بھی حملہ کرنے کے لیے امریکہ کو کم از کم ایک ملک کی ضرورت تھی۔امریکہ نے عراق پر زمینی حملہ کرنے کے لیے شمال کی جانب سے کرد علاقے پشمرگا(Peshmerga)اور جنوب میں کویت کی سرزمین کو استعمال کیا۔اس کے علاوہ فضائی حملوں کے لیے کویت اور قطر میں موجود امریکی سینٹرل کمانڈ کے اڈوں کو استعمال کیا۔ لہٰذا حملے کی مکمل منصوبہ بندی کو عملی جامہ پہنانے کی بنیاد عراق کے اطراف میں موجود اس کے سیاسی اثاثے(یعنی ہمسایہ ممالک) ہی تھے۔



افغانستان کی طرح یہاں بھی امریکہ نے اس بات کو یقینی بنایا کہ کوئی بھی ہمسایہ ملک امریکی جنگی مہم کی عملی مخالفت نہ کرے۔ حملے کے بعد عراق کی صورتحال مکمل ابتری کا شکار تھی۔ افغانستان کی طرح یہاں بھی امریکہ زیر قبضہ قوم کی تعمیر و ترقی میں جان بوجھ کر شامل نہ ہوا بلکہ اس نے فرقہ واریت کو پروان چڑھایا اور اس طرح اس نے مزاحمت کا رخ دوسری جانب پھیر دیا۔ لیکن اس کے باوجود امریکی افواج گرین زون کے باہر کہیں بھی محفوظ نہیں تھیں۔

اب تک کی جانے والی بحث کو پاکستان پر لاگو کریں۔ سینکڑوں وجوہات کی بنا پر امریکہ کے لیے پاکستان پر فوج کشی ممکن ہی نہیں ہے۔ سابقہ بحث کی روشنی میں، وہ پہلا مسئلہ جو امریکہ کو درپیش ہو گا وہ یہ ہے کہ وہ کون سا ہمسایہ ملک ہو گا جہاں سے امریکی افواج اور عسکری ساز و سامان فراہم کیا جائے گا۔

پاکستان اور افغانستان، دونوں ممالک میں امریکہ کا ساز و سامان اور افواج موجود ہیں۔امریکہ اپنی افواج کو کابل میں تحفظ فراہم نہیں کر سکتا لہٰذا امریکہ پاکستان کے خلاف مکمل زمینی اور فضائی حملہ کرنے کی پوزیشن میں ہی نہیں ہے۔اس طرح جو بھی امریکی فوج اور ساز و سامان پاکستان میں موجود ہے وہ چاروں جانب سے ایک بڑی آبادی سے گھرا ہوا ہے۔ لہٰذا پاکستان کے خلاف مکمل حملے کی صورت میں ان اثاثوں کا استعمال ممکن نہیں رہے گا۔

ایران کو دیکھیں کہ عراق اور افغانستان پر حملے کے دوران امریکہ اپنی افواج اور ساز و سامان کی نقل و حمل کے لیے اس کی سرزمین کو استعمال نہیں کر سکا۔ لہٰذا اس وقت جبکہ امریکہ اور ایران کے درمیان ایٹمی معاملات پر ایک ٹکراؤ کی صورتحال ہے اس بات کے امکانات انتہائی کم ہیں کہ امریکہ

خطے میں کسی بھی ملک کے خلاف فوج کشی کے لیےایران کی سرزمین کواستعمال کرسکتا ہے۔

اسی طرح اس وقت امریکہ اور چین کے درمیان جس قسم کی کشیدگی اور سٹریٹجک ٹکراؤ موجود ہے ،اس میں یہ بات انتہائی ناممکن ہے کہ امریکہ پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے چین کو اپنا ہم نوا بنا سکے گا۔ جب امریکہ نے ایبٹ آباد آپریشن میں مبینہ طور پر اسامہ بن لادن کو قتل کردیاتو بیجنگ نے امریکہ کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا کہ "پاکستان پر کسی بھی قسم کا حملہ چین پر حملہ تصور کیاجائے گا"۔

توپاکستان پر حملہ کرنے کے لیےامریکہ صرف بھارت ہی کو استعمال کرسکتا ہے لیکن یہ بھی امریکہ کے لیے ممکن نہیں۔ بھارت بھر میں اس وقت تقریباً تیس(30) کے قریب مسلح مزاحمتی تحریکیں چل رہی ہیں۔ان تحریکوں کو عمومی طور پر سیاسی حقوق کے حصول کی تحریکوں (جیساکہ آسام، کشمیر اور خالصتان(پنجاب))، معاشی و سماجی انصاف کے حصول کی تحریکوں(جیسا کہ نکسالائٹ) اور مذہبی تحریکوں(جیساکہ لداخ)، میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔اور یہ تنظیمیں بسااوقات آپس میں گھل مل بھی جاتی ہیں۔ بھارت میں اس وقت سولہ(16) باغی گروہ اوراڑسٹھ (68) دہشت گرد تنظیمیں کام کررہی ہیں، جن میں یہ شامل ہیں: نو(9) شمال مشرقی علاقوں میں(جنھیں سات بہنوں کا نام دیا جاتا ہے)،چار(4) مرکزی اور مشرقی علاقوں میں(ماؤسٹ /نکسالائٹ)، سترہ (17) مغربی علاقوں میں(سکھ علیحدگی پسند) اوراڑتیس (38) شمال مغربی علاقوں میں(کشمیر)۔اس صورتحال میں کیایہ ممکن ہے کہ بھارت پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے امریکہ کی مدد کرےاور یہ علاقہ عدم استحکام کا شکار ہوجائےاور کیااس کے نتیجے میں اس کے ہاں جاری علیحدگی پسند تنظیموں کو اس کا فائدہ نہیں پہنچے گااور وہ اپنے مقاصد کو آگے بڑھانے کا یہ سنہری موقع استعمال نہیں کریں گے؟ لہٰذا جو سوال سب سے اہم ہے وہ یہ کہ کیا بھارت امریکہ کی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہے اور کیا وہ اس کی قیمت چکانے کے لیے بھی تیار ہےاور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بھارت کواور بھی کئی اہم مسائل کا سامنا ہے۔

پاکستان پر حملے کی بعد کی صورتحال کو قابو کرنے کی امریکہ میں صلاحیت نہیں ہے

تو پھر امریکہ پاکستان میں اپنے قبضے کو کس طرح مستحکم کرسکے گا جبکہ وہ اپنی پچھلی دو"کامیاب" جنگوں میں کامیابی حاصل نہیں کرسکا؟ان دو جنگوں نے امریکی افواج کی ساکھ کو تباہ اور اس کی معیشت کو زوال پذیر کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یقیناً آج امریکہ شام کے خلاف حملے کا سوچ کر ہی خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ تصور کرلیا جائے کہ امریکہ پاکستان میں بھی اسی قدر کامیاب ہوجاتا ہے جس قدر وہ عراق وافغانستان میں ہوا ہے توکیاوہ علاقے میں پیداہونے والی افراتفری کے نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہے؟

	افغانستان	عراق	پاکستان
آبادی	27ملین	24ملین	180ملین
باقاعدہ فوج	200،000	350،000	700،000
فاضل فوج	کوئی نہیں	کوئی نہیں	500،000
روایتی ہتھیار	ہاں	ہاں	ہاں
ایٹمی ہتھیار	نہیں	نہیں	ہاں
عالمی مواصلاتی نظام کی لائنوں تک رسائی	نہیں	نہیں	ہاں
عالمی بحری راستے تک رسائی	نہیں	ہاں	ہاں

لہٰذا روایتی طور پر امریکہ کی جنگ کرنے کی یہ حکمت عملی، جس میں وہ ہمسایہ ممالک کو استعمال کرتا ہے، پاکستان کے خلاف ممکن نہیں کیونکہ وہ امریکہ کے لیے ایک قابل اعتماد سیاسی اثاثہ نہیں ہیں۔ پاکستان پر بھارت یا کسی دوسرے ہمسایہ ملک کی مدد سے حملہ کرنے میں درپیش مشکلات کی یہاں مزید وضاحت کی جارہی ہے کیونکہ اگر حملہ کرنے کی بعد کی صورت حال انتہائی ناگوار ہو اور جس کا سامنا نہ کیا جاسکتا ہو تو ایسا حملہ ہونے کے امکانات انتہائی کم ہوجاتے ہیں۔ نیچے دی گئی فہرست تین ممالک کا ایک مختصر تقابلی جائزہ ہے۔

افغانستان اور عراق کی صورتحال یہ تھی کہ ان ممالک کے خلاف جنگ کر کے بھی امریکہ ان ممالک میں صورتحال کو مستحکم نہیں کرسکا اور نہ ہی اس کے قبضے کے خلاف شروع ہونے والی مزاحمت کو دبا سکا۔اوپر دیے گئے آبادی کے اعداد وشمار یہ بتاتے ہیں کہ پاکستان کی آبادی عراق اور افغانستان سے تقریباً چھ گنا زیادہ ہے۔

جنگ عظیم دوئم کے دوران کوئی بھی قابض ملک اپنے زیر قبضہ ملک کے عوام کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے اپنے سپاہیوں کو استعمال کرتا تھا۔ جاپانی بیس سے تیس شہریوں کے لیے ایک سپاہی کے اصول کی پیروی کرتے تھے۔ صرف کراچی ہی کو مستحکم رکھنے کے لیے امریکہ کو750،000 فوجیوں کی ضرورت ہوگی۔امریکہ کی حکمت عملی یہ ہے ہی نہیں کہ وہ اپنی افواج کو زیرقبضہ قوم کی ترقی کے لیے استعمال کرے اور ان سے شہری امور کی انجام دہی کا کام لے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ امریکی افواج کو صرف لڑنے کے لیے تیار کیا گیا، قبضہ کرنے اوراس کو برقرار رکھنے کے لیے تیار نہیں کیا گیا۔ افغانستان اور عراق میں ان کی ناکامی اور اوپر دیے گئے

اعداد و شمار کی روشنی میں امریکہ حملے کے بعد پاکستان کی صورتحال کو کیسے سنبھالے گا؟

اگر بھارت امریکہ کی مدد کرتا ہے تو کیا بھارت اس تمام تر صورتحال کے منفی نتائج کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہے جبکہ امریکی سرزمین تو وہاں سے آٹھ ہزار میل دور ہے؟

اگرامریکہ کے پاس پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے سیاسی اثاثے نہیں ہیں تو پھر امریکہ کی کیا جنگی حکمت عملی ہو سکتی ہے؟اگرامریکہ ابتدائی طور پر اپنی زمینی افواج کو استعمال کیے بغیر بڑے پیمانے پر فضائی بمباری کرتا ہے تو پاکستان کو اس جنگ کو افغانستان تک پھیلانے سے کس چیز نے روک رکھا ہو گا؟اس بات کو سامنے رکھیں کہ پاکستان کی مدد کے باوجود امریکہ افغانستان کی صورتحال کو مستحکم نہیں کر سکا تو جب وہ پاکستان کی مدد سے بھی محروم ہو جائے گا تو افغانستان کی صورتحال کو پاکستان کی مدد کے بغیر کس طرح قابو میں رکھے گا؟ سیاسی اثاثوں (یعنی ہمسایہ ممالک) کے استعمال کا مقصد جنگ کو ایک مخصوص علاقے تک محدود رکھنا ہوتا ہے۔ جب یہ سیاسی اثاثے آپ کے قابو میں نہ ہوں تو جنگ کو ایک مخصوص علاقے میں محدود نہیں رکھا جاسکتا اور یہیں سے امریکی افواج کی جنگ شروع کرنے کی صلاحیت پر سوال اٹھ جاتا ہے۔

یہ تمام تر بحث جو ہم نے اب تک کی ہے اس میں پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کی تو بات ہی نہیں کی گئی ہے۔ ایٹمی ہتھیاروں کی موجودگی ملک کے دفاع کا ایک اہم ترین ہتھیار ہوتا ہے اگر اپنے ملک کی حفاظت کا جذبہ اور نیت موجود ہو۔

شمالی کوریا امریکہ کا کھلا دشمن ہے لیکن اس کے باوجود امریکہ اس کے ساتھ اپنے مسائل کے حل کے لیے سفارتی کوششوں کا سہارا لیتا ہے، یہاں تک کہ اُس وقت بھی امریکہ شمالی کوریا کے خلاف فوجی کاروائی کی دھمکی نہیں دیتا جب وہ امریکہ کو دھمکانے کے لیے بیلسٹک میزائلوں کا تجربہ بھی کرتا ہے۔ اگرچہ امریکہ کو روایتی اور غیر روایتی ہتھیاروں میں شمالی کوریا پر مکمل بالادستی حاصل ہے اور وہ اس کو تباہ و برباد کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے لیکن کیا امریکہ اس بات کا خطرہ مول لے سکتا ہے کہ شمالی کوریا ایک بھی ایٹمی ہتھیار بیلسٹک میزائل کے ذریعے چلا دے؟سوال یہ ہے کہ ایک بار جب ایٹمی ہتھیار بیلسٹک میزائل کے ذریعے چل گیا تو امریکہ کس طرح اس کے ہدف کو بچائے گا؟اور باقی دنیا امریکہ کے اس جنگی جنون کو کس نظر سے دیکھے گی کہ جس کے نتیجے میں ایٹمی جنگ شروع ہو جائے ؟اور اس ایٹمی جنگ کے سیاسی نتائج کو امریکہ کس طرح سے سنبھالے گا؟

دنیا کے مواصلاتی اور بحری راستوں کو بھی دیکھیں۔فرض کریں امریکہ اپنے ائیر کرافٹ کیریئرز بحیرہ عرب میں لا کر کھڑا کر کے پاکستان پر میزائلوں کی بارش کر دیتا ہے۔ لیکن یہ خطہ نہ صرف دنیا کے مصروف ترین بحری راستوں میں سے ایک ہے بلکہ یہیں سے دنیا کی اہم ترین مواصلاتی لائنیں بھی گزرتی ہیں۔ تو دنیا ان مصروف ترین بحری راستوں کی بندش کو کس نظر سے دیکھے گی جبکہ پاکستان کی طرف سے ان حملوں کے خلاف جوابی کاروائی بھی ہو رہی ہو گی؟

اب تک کی جانے والی بحث کا تعلق اس جنگ سے ہے جس میں ایک حریف دوسرے کے مقابلے میں بہت زیادہ طاقتور ہوتا ہے جہاں ایسے حربے استعمال کیے جاسکتے ہیں جو امریکہ کی قوت کو کمزوری میں بدل دے۔اس جنگ کا تصور سب سے پہلے صحابی رسول ﷺ حضرت خالد بن ولید نے پیش کیا تھا۔ویت نام کی جنگ اور موجودہ افغان مزاحمت اس جنگی حکمت عملی کی مثالیں ہیں کہ جہاں امریکی جنگی مشینری کو گوریلا جنگ میں گھسیٹ کر شکست دے دی گئی اور امریکہ کی ٹیکنالوجی میں مہارت اور بالادستی مطلوبہ نتائج نہ دے سکی۔

اس کی ایک سادہ سی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ 2002 کی گرمیوں میں ،بش کے عراق پر حملے سے قبل،امریکی افواج نے بہت بڑی اور بہت مہنگی جنگی مشقیں شروع کیں جو اس سے قبل کبھی نہ کی گئی تھیں۔ ان جنگی مشقوں کو "آپریشن ملینیم چیلنج"کا نام دیا گیا۔ان مشقوں پر 250 ملین ڈالر خرچ ہوئے اور ان کی منصوبہ بندی میں دو سال لگے۔ان مشقوں کا ہدف عراق نہیں تھا، کم از کم ظاہری طور پر۔ لیکن یہ مشقیں خلیج فارس میں ہوئیں جس میں ایک بدمعاش ریاست کے خلاف جنگ کرنے کے طریقہ کار کو آزمایا گیا۔ اس جنگ میں کمپیوٹروں کا بیش بہا استعمال کیا گیا، جبکہ میدان عمل میں 13500 فوجیوں نے اس میں حصہ لیا جو سترہ مختلف مقامات پر تعینات تھے اور نو ایسے مقامات بھی تھے جہاں اصلی ہتھیاروں کو استعمال کیا گیا۔ تمام فوجیوں نے ایک ہی مشترکہ کمانڈ JOINTFOR کے تحت مشقوں میں حصہ لیا۔امریکی افواج کو "نیلی فوج" جبکہ دشمن فوج کو "سرخ فوج"کا نام دیا گیا۔یہ فرضی جنگ تین ہفتوں تک جاری رہی اور امریکہ نے 15 اگست کو ایک ڈکٹیٹر کو اقتدار سے بے دخل کر دیا۔

یہ تو ان جنگی مشقوں کا سرکاری نتیجہ تھا۔ لیکن جو کچھ حقیقت میں عراق اور افغانستان میں ہوا وہ اس سے بہت مختلف تھا۔ اور یہ نتائج دنیا کو اس بات سے خبردار کرتے ہیں کہ اگر امریکہ خطے میں کسی جنگ کو پھیلانے کی کوشش کرتا ہے تو اس کے کس قدر بھیانک نتائج نکلیں گے۔

18 جولائی 2002 کو جب یہ جنگی مشقیں شروع ہونے والی تھیں تو مشترکہ افواج کے کمانڈر جنرل ولیم بک کرنین نے صحافیوں کو بتایا کہ ان مشقوں میں مختلف جنگی تصورات کو آزمایا جائے گا جن کو حال ہی میں پینٹاگون نے تیار کیا ہے مثال کے طور پر "تیز ترین فیصلہ کن آپریشن"، "مخصوص اثرات کو پیدا کرنے کے لیے آپریشن" اور اس جیسے دوسرے جنگی تصورات۔ مشقوں کے اختتام پر جنرل ولیم بک کرنین نے اس بات پر اصرار کیا کہ نئے تصورات آزمائش پر پورا اترے ہیں۔ اور اس کے

بعد JOINTFOR نے جنرل رچرڈ مائرز، جو کہ جوائنٹ چیف آف سٹاف تھے، کے لیے ڈاکٹرائن، تربیت اور جنگی سازوں سامان کی خریداری کے لیے مختلف تجاویز پیش کیں۔

لیکن تمام لوگوں نے جنرل ولیم بک کرنین کے بلند بانگ دعوؤں سے اتفاق نہیں کیا۔اس پر "سرخ فوج" کے میرین کمانڈر نے سب سے زیادہ سخت تنقید کی جسے ان مشقوں کے لیے ریٹائرمنٹ کے بعد ایک بار پھر واپس بلایا گیا تھا۔اس کا نام لفٹننٹ جنرل پال وین رائپر تھا اور اس نے ایک تصوراتی بد معاش ریاست کے ایک انتہائی ہوشیار رہنما کا کردار ادا کیا تھا۔ جنرل پال وین رائپر نے ان نئے فوجی تصورات کو خالی نعرے بازی قرار دیا اور اس کے اختلاف کی معقول وجہ بھی تھی۔اس فرضی جنگ کے ابتدائی دنوں میں وین رائپر کی سرخ فوج نے امریکہ کی پوری فوج کو خلیج فارس کی تہہ میں پہنچادیا تھا۔ سرخ فوج نے یہ کس طرح سے کیا تھا اس کی مکمل تفصیلات کبھی بھی منظر عام پر نہیں آئیں۔پینٹاگون نے اس سے متعلق زیادہ تر باتوں کو پریس تک جانے سے روک دیا۔ لیکن غصے سے بھرے جنرل وین رائپر نے کچھ معلومات "آرمی ٹائمز" کو فراہم کر دیں جن کو سامنے رکھ کر یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ کس طرح ایک خیالی جنگ میں ایک انتہائی کمزور فوج نے دنیا کی واحد سپر پاور کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا۔

ان جنگی مشقوں میں دونوں فوجوں کو اس بات کی اجازت تھی کہ وہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے جنگی کتاب میں درج کسی بھی جنگی حکمت عملی کو اختیار کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ جنرل ولیم بک کرنین نے کہا تھا کہ "یہاں پر سرخ فوج جیتنے کی صلاحیت رکھتی ہے"۔ زیادہ تر فوجی ایکشن کمپیوٹر پر ہوئے لیکن زمین پر موجود بہت سے فوجی یونٹوں نے حملہ کرنے اور دشمن کے حملے کا جواب دینے کے لیے جوابی چالیں چلنے کا مظاہرہ بھی کیا۔اگر اس جنگی مشق کو شطرنج کے کھیل سے تشبیہ دی جائے تو غلط نہ ہوگا۔ نیلی امریکی افواج اپنے معمول کے کیریئر بیٹل گروپ پر مشتمل تھیں جن کو مختلف بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں کی مدد بھی حاصل تھی۔وین رائپر کے پاس اس کے مقابلے میں بہت ہی کمزور بحری جہاز تھے جن میں سے اکثر غیر فوجی تھے اور زیادہ تر اسلحہ ویسا ہی تھا جو کسی بھی تیسری دنیا کے ملک کے پاس ہوتا ہے۔

لیکن وین رائپر نے بہت سی کمزوریوں کو اپنی طاقت کے طور پر استعمال کیا۔ بجائے اس کے کہ وہ براہ راست نیلی فوج کے مدِ مقابل آتا اس نے اپنی پرانی ٹیکنالوجی پر مشتمل آلات کو استعمال کیا۔ خاص طور پر اس نے اپنے مواصلاتی نظام کو امریکی مداخلت سے بچانے کے لیے خصوصی توجہ دی۔اس نے میدان جنگ میں موجود اپنے کمانڈروں سے رابطے میں رہنے کے لیے پیغام رسانوں کو استعمال کیا۔اس نے مساجد کے میناروں سے اذانوں کے دوران خفیہ کوڈ پر مشتمل سگنل جاری کیے۔ جنگ کے ہر موڑ پر وین رائپر نے وہ کیا جس کی نیلی افواج کو توقع نہیں تھی۔اور اس طرح اس نے فوجی طاقت میں انتہائی کمزوری کے باوجود دشمن پر برتری حاصل کرلی۔اور اب یہ جنگی تصور فوجی لغت میں ایک نیا نعرہ بن گیا ہے۔

انتہائی ذہانت اور خفیہ طریقے سے وین رائپر نے اپنے غیر فوجی بحری جہازوں کو مسلح کیا اور انھیں امریکی بیڑے کے قریب تعینات کر دیا جنھیں کسی چھوٹی سی تفریحی کشتی سے حملے کی کوئی امید نہیں تھی۔اچانک امریکہ کی جانب سے ہتھیار ڈال دینے کے پیغام کے بعد سرخ فوج نے فوراً حملہ کر دیا اور دشمن کو اپنی حکمت عملی سے بے خبری میں جکڑ لیا۔ سرخ فوج کے پنکھوں سے چلنے والے ہوائی جہازوں نے اچانک امریکی بحری جہازوں کو گھیر لیا اور ان پر کامی کازی (Kamikaze) حملے شروع کر دیے۔ کچھ تفریحی کشتیوں نے خودکش حملے کیے جبکہ کچھ نے قریب سے سلک ورم میزائل فائر کیے اور ائر کرافٹ کیریئر، جو کہ امریکہ کے بیڑے کا سب سے بڑا جہاز تھا، کو ڈبو دیا جس میں دو ہیلی کاپٹرز بھی شامل تھے جس پر میرینز بھی موجود تھے۔ یہ اچانک حملہ یمن میں 2002 میں امریکی جہاز یو۔ایس۔ایس کول پر ہونے والے القائدہ کے حملے جیسا ہی تھا جب امریکی بحریہ اس کا سامنا کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھی۔ جب یہ مشق ختم ہوئی تو امریکی بحری بیڑے کا بڑا حصہ تباہ ہو چکا تھا۔ سولہ بحری جہاز سمندر کی تہہ میں تھے جبکہ باقی تتر بتر ہو چکے تھے۔ ہزاروں امریکی فوجی مارے جاچکے تھے یا مر رہے تھے یا زخمی تھے۔

اگر یہ مشقیں حقیقی جنگ ہوتی تو پرل ہاربر کے بعد یہ امریکہ کی بدترین بحری شکست ہوتی۔

اس کے بعد جو ہوا وہ متنازعہ ہے۔ بجائے اس کے کہ سرخ فوج کو فاتح قرار دیا جاتا، JOINTFOR نے ڈوبے ہوئے جہازوں کو باہر نکالا، مرے ہوئے سپاہیوں کو زندہ کیا اور مشقوں کو دوبارہ شروع کیا جیسے کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہی نہ ہو۔امریکہ کا ایک بد معاش ملک کے خلاف حملہ طے شدہ منصوبے کے مطابق آگے بڑھا۔ سرخ فوج نے نیلی فوج کو پریشان کیے رکھا جب جنرل وین رائپر نے یہ دیکھا کہ اس کی افواج کو جاری ہونے والے اس کے احکامات کو درمیان میں روک دیا جاتا ہے، اس لمحے اس نے اس جنگ سے ٹوٹے دل کے ساتھ علیحدگی اختیار کرلی۔ مشقوں کے بعد کی رپورٹ میں جنرل نے الزام لگایا کہ مشقیں ایک ڈرامہ تھیں جن کا مقصد ایک مخصوص نتیجہ حاصل کرنا تھا۔

خلاصہ:

حقیقت یہ ہے کہ امریکہ پاکستان کے خلاف جارحانہ سفارتی مہم اور حربے تو استعمال کر سکتا ہے لیکن وہ اس کے خلاف مکمل جنگ کا اعلان نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ایسی جنگ کو نہ تو شروع کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے نتیجے پر کوئی اختیار رکھ سکے گا۔ ہماری موجودہ سیاسی و فوجی قیادت کی اس نتیجے پر نہ پہنچنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ امت کے دفاع کی ذمہ داری نہیں اٹھاتے۔ امت کے دفاع کا ایسا عملی مظاہرہ صرف خلیفہ راشد کی قیادت میں ممکن ہوگا جو اسلام کی بنیاد پر ریاست خلافت کا سربراہ ہوگا۔

مستقبل میں معاشی استحکام کو یقینی بنانے کے لیے پاکستان لازماً امریکہ سے اپنے تعلقات کو ختم کردے

تحریر: عابد مصطفی

حالیہ دنوں میں پاکستان کے کئی معروف لوگوں نے پاکستان کی معیشت اور اس کے مستقبل کے حوالے سے قوم کو اچھی امید دلائی ہے۔ 10 نومبر 2013 کو پاکستان کے وزیر خزانہ محمد اسحاق ڈار نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کی معیشت دنیا کی گیارہویں بڑی معیشت بن جائے۔ 2012 میں جاری ہونے والی ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق اس پاکستان کی معیشت 231 بلین ڈالر کی کل قومی پیداوار کے ساتھ دنیا میں ترتالیسویں (43) نمبر پر ہے جبکہ کینیڈا کی معیشت 1800 بلین ڈالر کی کل قومی پیداوار کے ساتھ دنیا میں گیارہویں نمبر پر ہے۔

اسحاق ڈار کے اس اعتماد سے بھرپور بیان کی تائید کچھ دنوں کے بعد وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی، تعمیرات و اصلاحات احسن اقبال نے بھی کی۔ 12 نومبر 2013 کو امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں ایک لیکچر دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ "پروگرام پاکستان 2025 پاکستان کو ایک مضبوط معیشت کے حامل ملک میں تبدیل کردے گا اور اس کا شمار اپر مڈل انکم والے ممالک میں ہونے لگے گا"۔ انھوں نے مزید کہا کہ "خطے کے ممالک کو جوڑنے والے منصوبوں کے ذریعے پاکستان خطے کے ممالک کو جوڑنے والے ممالک کا مرکز بنا جائے گا، ہم ایشیا میں تین ارب نئی مارکیٹیں پیدا کر سکیں گے جس میں جنوبی ایشیا، چین اور وسطی ایشیا شامل ہوں گے جو عالمی معیشت کے لیے زبردست مواقع پیدا کریں گی"۔ ایسا لگتا ہے کہ اسحاق ڈار اور احسن اقبال دونوں یہ بلند بانگ معاشی دعوے اس منصوبے کی بنیاد پر کر رہے ہیں جس کا عنوان ہے "پاکستان اکیسویں صدی میں: وژن 2030"۔ اس منصوبے کو پلاننگ کمیشن آف پاکستان نے تیار کیا ہے۔ اس منصوبے میں معاشی وژن کو اس طرح اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ "سات سے آٹھ فیصد سالانہ کی شرح سے بڑھتی معیشت کے ساتھ پاکستان اس بات کی امید رکھتا ہے کہ وہ مڈل انکم والے ممالک کی فہرست میں شامل ہوجائے گا اور اس کی کل قومی پیداوار 2030 تک 4000 بلین ڈالر ہوجائے گی۔ یہ تیز ترین شرح پیداوار انسانی وسائل اور تعمیراتی اور ٹیکنالوجیکل سہولیات کو بہتر بنا کر حاصل کی جائے گی"۔

ایک الگ مگر اس سے متعلق منصوبے میں حکومت پاکستان نے 2025 کے پاکستان کے لیے مختلف توانائی کے وسائل کو استعمال کرنے کے حوالے سے ایک ورکنگ گروپ کے اجلاس کا افتتاح کیا۔ 14 نومبر 2013 کو اس گروپ نے سیکریٹری برائے منصوبہ بندی، تعمیرات و اصلاحات حسن نواز تارڑ کی قیادت میں اجلاس منعقد کیا جس میں کئی ممتاز سکالرز، ماہرین اور سائنسدانوں نے شرکت کی۔ اس ورکنگ گروپ کا فوری ہدف پاکستان کے سنگین توانائی کے بحران کو حل کرنا ہے۔ پلاننگ کمیشن کے سینئر چیف برائے توانائی فرخندا اقبال نے اپنے ابتدائی کلمات میں کہا کہ ملک اس وقت سنگین مسائل کا سامنا کر رہا ہے، ہمارے کارخانے بند ہو رہے ہیں، برآمدات کم ہو رہی ہیں اور اوسط فی کس آمدنی کم ہو رہی ہے۔ مختصراً انھوں نے کہا کہ معیشت کا توانائی والا حصہ ملک میں توانائی کی کمی کی بنا پر بری طرح سے متاثر ہو رہا ہے۔ انھوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ گیارہواں پانچ سالہ منصوبہ (2013-18) اور وژن 2025 ماضی کے منصوبوں کی طرح نہیں ہونے چاہیے بلکہ انھیں حقیقت پر مبنی ہونا چاہیے، جو انتہائی ضروری ہوں اور جنھیں مکمل بھی کیا جاسکے تاکہ اگلی دہائی کے لیے جو شرح پیداوار حاصل کرنا چاہتے ہیں اسے حاصل کیا جاسکے اور پاکستان کی معیشت کو ایک ایسی معیشت میں تبدیل کیا جاسکے جس کی بنیاد صنعتی علوم پر ہو۔

پاکستان کی دم توڑتی معیشت اور سنگین توانائی کے بحران کو حل کرنے کے حوالے سے موجودہ حکومت بھی پچھلی حکومتوں سے مختلف نہیں ہے۔ اب تک ان مسائل کو حل کرنے میں کوئی بھی حکومت کامیاب نہیں ہوئی ہے اور اس بات کا بہت کم امکان ہے کہ موجودہ نواز شریف کی حکومت کوئی زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرسکے گی۔ اس وژن کی جزئیات کو پڑھے بغیر بھی یہ بات واضح ہے کہ اس میں ایک مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ حکومت کس وژن کو اختیار کر رہی ہے، آیا وہ وژن 2025 ہے جسے فرخندا اقبال، اسحاق ڈار اور احسن اقبال نے تیار کیا ہے یا وژن 2030 جسے منصوبہ بندی کمیشن نے تیار کیا ہے۔ شاید کوئی اس صورتحال کو حکومتی وزارتوں کے درمیان روابط کا فقدان کہے لیکن موجودہ صورتحال کی سنگینی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات انتہائی تشویشناک ہے کیونکہ اگر حکومتی وزارتوں کے درمیان روابط کمزور ہوں گے تو ان منصوبوں پر عمل درآمد کی شروعات بھی کمزور ہوں گی اور یہ صورتحال ملک کے مستقبل کے لیے نیک شگون نہیں ہے۔

وژن کے علاوہ بھی حکومت اب تک ایسی واضح اور بھرپور حکمت عملی بنانے میں ناکام رہی ہے جو وژن 2030 کو کامیاب بنانے کے لیے درکار ہے۔ مثال کے طور پر اس حوالے سے حکومت کی کیا حکمت عملی ہے جو وژن میں بیان کیے گئے اس ہدف کہ "پاکستان اس بات کی امید رکھتا ہے کہ وہ مڈل انکم ممالک کی فہرست میں شامل ہو جائے گا اور اس کی کل قومی پیداوار 2030 تک 4000 بلین

ڈالر ہو جائے گی"، کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ منصوبہ بندی کمیشن کی جانب سے جاری کیے جانے والے وژن 2030 کی دستاویز اور سیاست دانوں کے عوامی بیانات نہ صرف افسوس ناک حد تک کمزور ہیں بلکہ یہ بات انتہائی اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ وژن وہی پرانی شراب ہے جسے مغربی معاشی ماہرین اور اداروں نے تیار کیا ہے جیسا کہ آئی۔ایم۔ایف، اور پھر اسے پاکستان کی عوام کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر، 4 اکتوبر 2013 کو ایک اخبار "دی نیشن" نے یہ بات رپورٹ کی کہ حکومت نے موجودہ مالی سال 14-2013 میں اکتیس (31) حکومتی اداروں کی نجکاری کا فیصلہ کر لیا ہے اور اس میں بینکنگ، پیٹرولیم اور توانائی کے شعبوں کی کمپنیاں شامل ہیں۔ اس فیصلے کے بدلے میں پاکستان نے آئی۔ایم۔ایف سے تقریباً ساڑھے چھ ارب ڈالر کا قرضہ حاصل کر لیا۔

پاکستان کی معاشرتی ترقی کے لیے اس کی اہم ترین اور قیمتی اداروں کو بیچ دینے کی یہ حکمت عملی معیشت کی تباہی اور مغربی اداروں کی غلامی اختیار کرنے کا نسخہ ہے۔ نجکاری کے فوائد صرف غیر ملکی ہی حاصل کرتے ہیں اور اس حقیقت کو جاننے کے لیے مشرف اور زرداری کے ادوار میں کی جانے والی نجکاری کو دیکھنا ہی کافی ہے۔ ان غیر ملکیوں کو اس بات کی اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے قیمتوں کا تعین کریں، انتہائی کم ٹیکس یا کوئی ٹیکس ہی نہ دیں اور منافعوں کو اپنے ملک بھیج کر پاکستان کی معیشت کو کمزور کرنے کی قیمت پر اپنے ممالک کی معیشتوں کو مضبوط کرتے رہیں۔ یہ نقصان اس مالی بدعنوانی کے علاوہ ہے جو اس نجکاری کے عمل کے دوران لازمی پاکستان کے سیاست دانوں کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے۔ کچھ لوگوں نے صرف مشرف کے دور میں ہونے والی نجکاری کے دوران 1550 ارب روپے کی مالی بدعنوانی کا اندازہ لگایا ہے ("پاکستان: مشرف کے دور میں نجکاری کے دوران 24 ارب ڈالر کی بدعنوانی"، ایشیا پیسیفک ایکشن آن لائن)۔

لہٰذا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گیارہواں پانچ سالہ منصوبہ بھی اسی سمت میں رواں دواں ہے جس جانب پچھلے پچپن سال کے منصوبے گامزن تھے یعنی پاکستان کی معاشی خود مختاری کو کمزور اور ہمارے بچوں کو ایک تابناک مستقبل سے محروم کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ اس قسم کی حکمت عملی سے پاکستان 58 ارب ڈالر کے بیرونی قرضے بھی ادا نہیں کر سکتا اور نہ ہی 2030 تک اپنی معیشت کو اس قدر ترقی دے سکتا ہے کہ وہ 230 سے 260 ملین پاکستان کی آبادی کی ضروریات کو پورا کر سکے۔

پاکستان کے لیے کسی بھی معاشی وژن اور حکمت عملی کے لیے ضروری ہے کہ وہ وژن اور حکمت عملی ملک کی معیشت کو درپیش موجودہ مسائل کی بنیادی وجوہات کا تعین کرے۔ کوئی بھی ایسا حل جو موجودہ مسائل کی بنیادوں کو نظر انداز کردے کبھی بھی ملک کو معاشی خود مختاری کی منزل کی جانب گامزن نہیں کر سکتا۔

پاکستان کی بدحال معیشت کے پس پردہ تین عوامل ہیں: امریکہ، اس کے استعماری ادارے آئی۔ایم۔ایف اور ورلڈ بنک اور خوفناک بدعنوانی۔ آیئے ان تین عوامل کا فرداً فرداً جائزہ لیں۔

جب سے امریکہ نے یوریشیا کے خطے میں عملی مداخلت شروع کی ہے خصوصاً افغانستان پر سویت یونین کے حملے کے بعد، پاکستان کی معیشت درجہ بہ درجہ زوال پزیر ہوتی گئی ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے لیکن اس کا اقرار سرکاری دستاویزات یا معاشی رپورٹوں میں نہیں کیا جاتا کیونکہ پاکستان کی اشرافیہ خودکشی پر مبنی امریکہ کے ساتھ کام کرنے اور اس کی خدمت گزاری کی پالیسی کو جاری رکھنا چاہتی ہے۔ پاکستان حکام اس حقیقت کو چھپانے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں لیکن یہ حقیقت چھپ نہیں سکتی اور وہ کبھی کبھی اس حقیقت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں، وزیر مملکت برائے شمالی علاقہ جات عبدالقدیر بلوچ نے کہا کہ تیس سالوں میں پاکستان نے افغان پناہ گزینوں کی دیکھ بحال پر 200 ارب ڈالر خرچ کیے ہیں۔ افغان مہاجرین کا مسئلہ واضح طور پر پاکستان کو سرد جنگ کے زمانے میں سویت یونین کے خلاف استعمال کرنے کا نتیجہ ہے۔

اسلام کے احکامات کے مطابق پاکستان نے اپنے افغان بھائیوں کی بہترین خدمت کی لیکن امریکہ نے اس حوالے سے پچھلے تیس سالوں میں پاکستان کی بہت کم مدد کی۔ حالیہ دنوں میں خود ساختہ بین الاقوامی برادری کی جانب سے شروع کی گئی مہم کے نتیجے میں بھی بہت ہی کم رقم جمع کی گئی۔ بین الاقوامی امداد فراہم کرنے والوں نے افغان مہاجرین کے لیے 600 ملین ڈالر کا وعدہ کیا لیکن محض 15 ملین ڈالر ہی مہیا ہو سکے۔ لہٰذا ایک بار پھر پاکستان خود ہی اپنے افغان بھائیوں کی ذمہ داری کو اٹھاتا رہے گا جبکہ پاکستان سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات بھی پورا نہیں کر سکتا۔

اکیسویں صدی کی ابتداء میں امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اسلام کے خلاف ایک نئی جنگ کا آغاز کر دیا۔ اس جنگ کا مرکزی محاذ پاکستان تھا اور اس کے اثرات ملک پر انتہائی خوفناک تھے خصوصاً ملک کی معیشت پر۔ 23 اکتوبر 2013 کو جیو ٹی وی نے بتایا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نے پاکستان کو 100 ارب ڈالر کا نقصان پہنچایا ہے۔ اس نقصان کے بدلے پاکستان کو 12-2002 کے درمیان 25 ارب ڈالر ملے جس میں 17 ارب ڈالر فوجی امداد اور 8 ارب ڈالر معیشت کو سنوارنے کے نام پر دیے گئے۔ اس امدادی پیکج کی اہمیت انتہائی کم ہو جاتی ہے جب اس کو 66 سال کے عرصے پر

پھیلا دیا جائے۔ 1948سے 2012تک پاکستان نے امداد کے نام پر 68 ارب ڈالر وصول کیے۔ اس امداد میں 42 ارب ڈالر معیشت کے لیے جبکہ باقی 26 ارب ڈالر فوجی امداد کے نام پر دیے گئے۔ لیکن درحقیقت اس امداد کا کوئی فائدہ نہ ہوسکا کیونکہ اس عرصے کے دوران امریکہ پاکستان پر معاشی پابندیاں بھی عائد کرتا رہا۔ سب سے پہلے 1979 میں امریکہ نے پاکستان پر پابندیاں عائد کیں۔ پیٹرسن انسٹی ٹیوٹ برائے بین الاقوامی معیشت نے 1979 سے 1998 تک ان پابندیوں کے اثرات کو جمع کیا جو 1 ارب ڈالر کے برابر تھا اور یہ نقصان اس نقصان سے کئی گنا چھوٹا ہے جو پاکستان کو اپنی خارجہ پالیسی کو امریکی مفادات کے تابع کرنے کی بنا پر اٹھانا پڑا ہے۔

پاکستان کی معیشت کو تباہی و بربادی سے دوچار کرنے کی دوسری بڑی وجہ امریکی نگرانی میں بننے والی آئی۔ایم۔ایف اور ورلڈ بینک کی پالیسیاں ہیں۔ 1971 سے 2010 کے درمیانی چالیس سالوں میں سے 29 سالوں میں پاکستان نے آئی۔ایم۔ایف سے بھاری قرضے حاصل کیے ہیں۔ اس وقت پاکستان کا بیرونی قرضہ تقریباً 58ارب ڈالر ہے یعنی کل قومی پیداوار کا 24 فیصد اور برآمدات کا 200 فیصد۔ آئی۔ایم۔ایف اور ورلڈ بینک یہ کہتے ہیں کہ کم آمدنی والے ممالک کے لیے قرضے ادا کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے اگر ان کے قرضے ان کی کل قومی پیداوار کا 30 سے 50 فیصد تک پہنچ جائیں یا 100 سے 200 فیصد برآمدات کے برابر ہوجائیں۔ لیکن اس کے باوجود آئی۔ایم۔ایف اپنے ہی جاری کردہ انتباہ (warnings) کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پاکستان کو اب بھی اربوں ڈالر کے مزید قرضے دینے کے لیے راضی ہے۔

درحقیقت پاکستان کے عوام آئی۔ایم۔ایف اور ورلڈ بینک کے حکام کے دوروں کے بعد نازل ہونے والے معاشی بحرانوں کا سامنا کرنے کے عادی ہوچکے ہیں۔ عام طور سے پاکستان کے لیے جو نسخہ آئی۔ایم۔ایف پیش کرتا ہے وہ یہ کہ نجکاری، پیٹرول، بجلی اور گیس کی قیمتوں میں اضافہ، روپے کی قدر میں کمی، سیلز ٹیکس کے نفاذ کے ذریعے محصولات میں اضافہ، درآمدات پر عائد ٹیکسوں میں کمی کی جائے۔ اس کے علاوہ بھی جو بھی اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں ان تمام سے پاکستان کی بیرونی امداد فراہم کرنے والے اداروں اور ممالک پر انحصار اور قرضوں میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ اگر سادہ الفاظ میں بیان کیا جائے تو آئی۔ایم۔ایف کی پالیسیاں کبھی بھی پاکستان کے مالیاتی خسارے کو ختم کرنے اور ادائیگیوں کے توازن کو درست کرنے میں مددگار ثابت نہیں ہوئی ہیں۔ آئی۔ایم۔ایف کی پالیسیاں صرف یہ کام کرتی ہیں کہ وہ قرضہ لینے والے ملک سے اس بات کا اقرار کروالیتی ہیں کہ وہ مزید قرضوں کا بوجھ اور اس پر ادا ہونے والے سود کو برداشت کرے گا۔ پچھلے پانچ سالوں میں اوسطاً پاکستان بیرونی قرضوں کی ادائیگیوں پر سوا دو ارب ڈالر خرچ کرتا رہا ہے۔ یہ رقم پاکستان کی برآمدات کے 10 فیصد اور محاصل کے 10 فیصد کے برابر ہے اور تعلیم اور صحت پر خرچ ہونے والی رقم کا نصف ہے ("قرضے کی زنجیروں سے نجات: پاکستان کے لیے قرضوں میں نرمی"، اسلامک ریلیف اینڈ جوبلی ڈیٹ کیمپین، جولائی 2013)۔

اور آخری بات، امریکی سرپرستی میں پاکستان میں کرپشن نے دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کی ہے۔ اس حوالے سے سیاسی و فوجی حکومت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر اس حکومت میں کرپشن نے فروغ حاصل کیا ہے جسے براہ راست امریکی آشیر باد حاصل رہی ہے۔ مثال کے طور پر ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل کے مطابق پاکستان ناقابل یقین 8500ارب روپے کی رقم سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ یہ رقم کرپشن، ٹیکس کی چوری اور بری حکمرانی کے نتیجے میں سابق وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کے چار سالہ دور اقتدار کے دوران کھو دی گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ 1979 سے پاکستان کی امریکہ کو بے لوث حمائت فراہم کرنے کے نتیجے میں اس کی معیشت کو 410 ارب ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ پاکستان میں موجود انتہا پسند آزاد خیال اور بنیاد پرست سیکولر حضرات کو بھی اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ پاکستان کی معاشی خود مختاری میں مسلسل اور تیز رفتار کمی کی واحد وجہ پاکستان کے امریکہ سے تعلقات ہیں۔

اگر پاکستان کی معیشت کو بڑھوتری اور خود انحصاری کی راہ پر ڈالنا ہے تو معاشی پالیسی سازوں کو امریکہ سے تعلقات کو توڑنا ہوگا اور ایسا وژن 2030 بنانا ہوگا جس میں امریکہ اور اس کے استعماری اداروں کا کوئی کردار نہ ہو۔ لیکن یہ صرف پہلا قدم ہوگا۔ ایک مکمل اور مستقل حل کے لیے ضروری ہے کہ جمہوریت اور آمریت سے جان چھڑائی جائے جو انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کو نافذ کرتی ہیں اور انھیں اللہ کے قوانین پر فوقیت دیتی ہیں۔ ان طرز حکمرانی کے ذریعے امریکہ پارلیمنٹ اور انتظامیہ میں موجود اپنے حمائتیوں کے ذریعے ایسے قوانین منظور کرواتا ہے جو سرمایہ داریت پر مبنی ہوتے ہیں اور جو صرف امریکہ کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ یہ ہے وہ اصل وجہ جس کی بنا پر پاکستان کے عوام اس بدحالی کا شکار ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا "اور جو کوئی اس ذکر (قرآن) سے منہ موڑے گا اس کی زندگی تنگ کردی جائے گی" (طٰہٰ: 124)۔

اور صرف خلافت کے ذریعے ہی اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت اللہ کی جانب دوبارہ لوٹادی جائے گی اور امریکہ مفادات کی طابع سرمایہ دارانہ پالیسیوں کا دور ختم ہوجائے گا۔

عمران خان—امریکی گھوڑے جمہوریت کا نیا سوار

طلحہ زبیر

پاکستان میں تبدیلی کی خواہش دن بدن شدید سے شدید تر ہوتی جارہی ہے۔ عوام امریکی کے تباہ کن اثر کا خاتمہ اور اسلام کی واپسی چاہتی ہے۔ لوگ اس امر کو جان رہے ہیں کہ دراصل جمہوریت خود امریکی اثر و نفوذ کے بڑھنے اور اسلام کی واپسی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ حالات کسی مخلص سیاستدان، جس کی اسلام کے عقیدے سے گہری وابستگی ہو، کیلئے سنہری موقع سے کم نہیں۔ لیکن وہ سیاستدان جو جمہوریت سے وابستہ ہو چکے ہیں، کبھی بھی موجودہ ڈھانچے (اسٹیٹس کو) کو تبدیل کرنے والے نہیں۔ یہ سیاستدان لوگوں کے جذبات سے کھیلتے رہیں گے لیکن یہ کبھی ان جمہوری وعدوں کو پورا نہیں کرینگے۔ یہی وجہ ہے کہ کیانی - شریف حکومت ہو یا الیکشن کے بعد عمران خان کی حکومت، یہ واضح ہوتا جارہا ہے کہ ان سے امیدیں محض سعی لاحاصل ہیں۔

ایک جمہوری سیاستدان کی حیثیت سے موجودہ سیٹ اپ میں جگہ بنانے کیلئے عمران خان کو بھی اپنے پیش رو کی طرح امریکی مفادات کے دہائیوں سے محافظ پرانے تجربہ کار سیاستدانوں پر ہی انحصار کرنا پڑ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عمران خان کی پارٹی نے خوش دلی سے سردار آصف احمد علی، خورشید محمود قصوری اور شاہ محمود قریشی کو قبول کرلیا۔ یہ تینوں پاکستان کے سابق وزراء خارجہ ہیں اور تینوں نے اپنے اپنے عہد میں پاکستان میں امریکی مفادات کو پروان چڑھایا۔ یہ وزراء خارجہ امریکی عہدیداروں کے معیار پر پورا اترنے اور امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی منظوری کے بعد مقرر کئے جاتے ہیں۔ یہ وزراء امریکہ کے قابل اعتبار ایجنٹ اور امریکی مفادات کے بہترین محافظ سمجھے جاتے ہیں۔ خورشید محمود قصوری، مشرف کے وزیر خارجہ تھے اور اپنے پورے دور میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے وکیل بنے رہے۔ وہ "کشمیر سیلف گورننس" کے نام پر کشمیر کا سودا کرنے کے منصوبے کے بھی خالق ہیں۔ ان کا یہ بیان کافی مشہور ہوا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان اور بھارت کشمیر کی ڈیل پر متفق ہو چکے ہیں اور صرف چار سے پانچ افراد کو اس منصوبے کی آخری شکل کا علم ہے۔ بطور ایک جمہوری سیاستدان، انھوں نے امریکہ سے وفاداری اور مسلمانوں سے غداری کا کھلا ثبوت دیا۔ شاہ محمود قریشی کا کردار بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ اس کی وزیر خارجہ کے منصب پر تقرری پر خود عمران خان کی پارٹی نے اعتراض کیا۔ شیریں مزاری، جو عمران خان کی پارٹی میں اس وقت بھی تھی اور آج بھی ہے، اور کٹر قوم پرست سمجھی جاتی ہیں، نے قریشی کے منصب افزوں ہونے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ امریکہ کی منظور نظر ٹیم (ڈریم ٹیم) دفتر خارجہ میں بیٹھ گئی ہے۔ یہی حال سردار آصف احمد علی کا بھی ہے۔ ان امریکی ایجنٹوں کا عمران خان کی پارٹی میں شامل ہونا کوئی اچھنبے کی بات نہیں، کیونکہ جو کوئی جمہوریت کے ذریعے اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے استعماری طاقتوں کو اپنی وفاداری اور ان کے مفادات کے تحفظ کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔

اقتدار کے حصول کے امکانات کے روشن ہونے کا جہاں یہ مطلب ہے کہ امریکی ایجنٹ دھڑا دھڑ پارٹی میں شامل ہو، وہاں اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اپنے چھوٹے، بڑے ذاتی و گروہی مفادات کے پجاری بھی پارٹی میں ان امریکی ایجنٹوں کے پیچھے پیچھے پارٹی میں شامل ہو۔ وژن سے عاری یہ "لوٹے" سیاستدان، جن کا تعلق پیپلز پارٹی، ن لیگ اور مشرف کی سابقہ پارٹی ق لیگ سے ہے، عمران خان کی پارٹی میں شامل ہوئے۔ ق لیگ سے تقریباً 30 سیاستدان جن میں اویس لغاری، جمال لغاری، غلام سرور خان، سکندر حیات بوسن شامل ہے، پی ٹی آئی میں شامل ہوئے۔ انگریزی اخبار دی نیوز نے اپنے ایک رپورٹ میں لکھا "پچھلے چند مہینوں میں اسٹیبلشمنٹ کے ق لیگی جنھوں نے پی ٹی آئی میں شمولیت اختیار کی، جن کے نام میڈیا میں چھپے ہیں، ظاہر کرتے ہیں کہ ان میں لاہور، چکوال اور پنجاب کے دیگر بڑے شہروں کے 90 فیصد سیاستدان جانے مانے مشرف کے بندے ہیں۔" سابقہ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کو تو پی ٹی آئی کا نائب چیرمین بنا دیا گیا۔ ان جیسے لوگوں کی شمولیت اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ معاشی اور خارجہ پالیسی میں زیادہ تبدیلی کا امکان نہیں۔ پس اس پس منظر نے امریکہ، اس کے ایجنٹوں اور سیاسی اور ملٹری لیڈرشپ میں موجود کرپٹ "یس سر" کہنے والے افراد کیلئے اسٹیج تیار کر دیا ہے کہ وہ عمران خان کے ساتھ مل کر امریکی مفادات کا تحفظ کر سکیں۔

یقیناً لوگ محسوس کر رہے تھے کہ کچھ غلط ہو رہا ہے کیونکہ وہ جمہوریت کے سوراخ سے کئی بار ڈسے جا چکے ہیں۔ یہی حال عمران خان کے پارٹی کارکنوں کا تھا۔ عمران خان کی اپنی پارٹی کے کارکنان نے ان افراد کی شمولیت کی شدید مخالفت کی۔ مجبوراً عمران خان کو یہ وعدہ کرنا پڑا کہ ان "کرپٹ" لیکن "قابل انتخاب" افراد کو پارٹی ٹکٹ نہیں دیا جائے گا، تاکہ ان ورکروں کو مطمئن کیا جا سکے۔ لیکن یہ خالی خولی

الفاظ ہی تھے اور حقیقت یہ ہے کہ عمران خان کی پارٹی امریکی گھوڑوں کا اصطبل بن چکی ہے۔ تقریباً تمام کے تمام افراد کو پارٹی ٹکٹ ملے۔اور عمران خان کو خالی تسلی دے کر اپنے کارکنوں کو اس فریب سے صرف نظر کرنے پر قائل کرنا پڑا تاکہ وہ الیکشن کی تیاریوں پر توجہ دے سکیں۔ تاہم الیکشن میں خیبر پختونخواہ میں کامیابی کے بعد امریکی گھڑ سوار ہی نمایاں رہے۔

اسلئے یہ ناگزیر ہے کہ عمران خان اپنے وعدوں کو پورا نہیں کر پائے گا۔ امریکی سفیر نے پاکستانی جمہوریت پر تبصرہ کرتے ہوئے حقیقت بیان کی جب اس نے کہا کہ "پاکستان میں جمہوریت ہمارا گھوڑا ہے"۔ جو کوئی اس گھوڑے پر سوار ہوتا ہے وہ صرف اور صرف امریکی پٹھو ہے۔ آج جبکہ عمران خان کی پارٹی خیبر پختونخواہ میں حکمران ہے، وہاں یہ واضح نظر آرہا ہے۔ تعلیمی بجٹ کی مثال لے لیجئے۔ عمران خان نے وعدہ کیا تھا کہ وہ تعلیمی ایمرجنسی لگائیں گے اور جی ڈی پی کا 4 فیصد تعلیم کیلئے مختص کر دیں گے۔ تاہم کے پی کے میں حکومت بنانے کے بعد عمران خان نے اپنے وعدے کو توڑ دیا اور تعلیمی بجٹ میں تنخواہوں، پنشن اور غیر ترقیاتی بجٹ کو جمع کر کے دعویٰ کیا کہ تعلیمی بجٹ کو 6 ارب سے بڑھا کر 66 ارب کر دیا گیا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بجٹ کو 65 ارب سے بڑھا کر 66 ارب کیا گیا ہے۔ یہ ہے عمران خان کے لمبے چوڑے دعووں کی حقیقت۔ جہاں تک خود کفالت اور معاشی آزادی کا تعلق ہے، عمران خان ہمیشہ خود کفالت کے حق میں اور امریکی قرضوں اور گرانٹ کی مخالفت میں لمبی چوڑی تقریریں کرتا رہا ہے۔ تاہم موجودہ خیبر پختونخواہ اس وقت پورے پاکستان میں یو ایس ایڈ کے امداد کی سب سے زیادہ وصول کنندہ (500 ملین ڈالر) ہے۔ جبکہ خیبر پختونخواہ کے صوبائی بجٹ میں غیر ملکی قرضوں اور امداد کے ضمن میں 35 ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ اور جہاں تک ڈرون حملوں اور نیٹو سپلائی پر وعدے توڑنے کا تعلق ہے، یہ عمران خان کی پی ٹی آئی کی خیبر پختونخواہ حکومت ہے جو اب تک، سپلائی کو بند کرنے کے بجائے، ان امریکی اور نیٹو کنٹینروں کی حفاظت کر رہی تھی جس میں اسلحہ، بارود، شراب، سور کا گوشت، تیل اور دیگر سامان کی ترسیل ہوتی ہے۔ پس حقیقت میں عمران خان کی حکومت، زرداری اور نواز شریف حکومت کی مانند نیٹو سپلائی کی چوکیدار ہے۔ خیبر پختونخواہ میں اس سپلائی کی تمام تر حفاظت کی ذمہ داری کے پی کے کی صوبائی پولیس کے پاس ہے، جو براہ راست کے پی کے کی صوبائی حکومت کے ماتحت ہے۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ اپنے کارکنوں سے اس سپلائی کے خلاف احتجاج کروایا جاتا ہے لیکن صوبائی حکومت نے کوئی ایک عملی اقدام نہیں اٹھایا تاکہ اس سپلائی کو روکا جا سکے، بلکہ اس حکومت نے اپنے ہی کارکنوں پر مقدمہ قائم کر دیا کہ آخر انھوں نے کیوں اس سپلائی میں رکاوٹ ڈالی۔ اگر اس کا تقابل عمران خان کے الیکشن سے پہلے پوزیشن سے کی جائے تو نظر آتا ہے کہ کسی اقتدار کے بغیر عمران خان دھرنے کے ذریعے اس سپلائی کو ہر قیمت پر روکنے پر مصر تھے۔ لیکن آج قوت رکھنے کے باوجود قوم کے ساتھ مذاق کیا جارہا ہے۔ اور جہاں تک ڈرون حملوں کا تعلق ہے، آج عمران خان "یہ وفاقی معاملہ ہے" کے پیچھے پناہ ڈھونڈتے پھر رہے ہیں حالانکہ الیکشن سے پہلے اس طرح کی کوئی دلیل نہیں دی گئی۔

اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو جمہوریت سے امیدیں لگائے بیٹھے ہیں، اور ان امور نے ان کے ذہن میں الارم نہیں بجایا، تو اس سے قبل کہ وہ آخرکار مایوس ہو کر اپنے آپ کو کوسیں، وہ عمران خان کے بھارت کے متعلق موقف پر لازماً غور کریں۔ عمران خان کشمیر کے متعلق امریکی موقف کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ عمران خان "امن کی آشا" کے مکمل حامی ہیں، جس کے ذریعے ہندو اکھنڈ بھارت کے پروجیکٹ کے پایا تکمیل تک پہنچانے کا خواب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ عمران خان کشمیر کو فروخت کرنے کے "سیلف گورننس" کے سازشی منصوبے سے مکمل متفق ہے۔ عمران خان کشمیر کے مسئلے کو "سائیڈ لائن" کرنا چاہتے ہیں۔ اور CNN-IBN کے پروگرام Devil Advocate میں کرن تاپڑ کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے کشمیر کو " Back burner" (پیچھے دھکیلنے) کی بات کی۔ اور بھارتی جابرانہ قبضے کے خلاف مزاحمت کو "دہشت گردی" سے تعبیر کیا۔ امریکی گود میں بیٹھنے سے پہلے کے عمران خان کے موقف پر اگر نظر ڈالی جائے تو نظر آتا ہے کہ 9 جون 2002 کو عمران خان نے کہا تھا؛ "کشمیر کے حق خودارادیت کے بیان کردہ موقف سے کسی قسم کا انحراف خطے میں دور رس امن کو گارنٹی نہیں کر سکتا۔" انھوں نے مزید کہا تھا؛ "اگر تامل ٹائیگر، فلسطینیوں اور چیچن آزادی کے تحریکوں کو طاقت سے نہیں دبایا جاسکا ہے، تو کشمیریوں کی جدوجہد بھی، بھارتی فوج کے ہر طرح کے ظالمانہ جبر اور بین الاقوامی برادری کے دباؤ کے باوجود ہمیشہ کیلئے جاری رہ سکتی ہے۔"

جہاں تک افغانستان کے مسئلے کا تعلق ہے، عمران خان نے اپنے لاہور کے جلسے میں کھل کر اعلان کیا کہ وہ امریکہ کو افغانستان سے "انخلاء" میں مدد دے گا۔ یاد رہے کہ یہ وہ منصوبہ ہے جو اوباما نے ترتیب دیا ہے اور جس کا مقصد پاکستان اور افغانستان میں امریکہ کی مستقل موجودگی ہے۔ اس منصوبے کے تحت، امریکہ افغانستان میں 20،000 فوجی جبکہ 100،000 سے زائد سیکیورٹی کنٹریکٹر (جو کہ

انھی فوجیوں کا ہی دوسرا نام ہے)9اڈوں پر مستقل تعینات کرے گا۔ اسی طرح امریکہ پاکستان میں دنیا کے دوسرے سب سے بڑے سفارت خانے میں 7000سے زائد ریمنڈ ڈیوس اہلکار مستقل تعینات کرے گا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ عمران خان نے کبھی اس "منی پینٹاگون "سفارت خانے پر اعتراض نہیں کیا جو کہ دارالحکومت کے مرکز میں واقع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی سفیر کیمرون منٹر نے 10 جولائی کو BBC کوانٹرویو دیتے ہوئے بتایا؛"میں عمران خان اور نواز شریف دونوں سے ملاہوں اور دونوں نے مجھے یقین دلایاہے کہ وہ امریکی نواز ہیں۔"

عمران خان نے بطور ایک جمہوری لیڈر اپنے آپ کو سیاسی اور فوجی قیادت میں موجود ایک مختصر امریکی ایجنٹ ٹولے کے ہاتھوں استعمال ہونے دیا۔ 2011تک، جب امریکہ بارڈر کے دونوں جانب آپریشنز میں دلچسپی رکھتا تھا (جسے "surge" کہا گیا تھا)۔ اس مرحلے کے بعد امریکہ اب بارڈر کے دونوں جانب "اعتدال پسند" طالبان کے ساتھ ڈیل کرنے میں دلچسپی رکھتا ہے تاکہ جزوی انخلاء کے ذریعے درحقیقت خطے میں مستقل موجودگی کو یقینی بنا سکے۔ ان مذاکرات معاہدے کیلئے رائے عامہ تیار کرنے کیلئے فوجی قیادت میں موجود غداروں خصوصاًجنرل کیانی اور احمد شجاع پاشانے عمران خان کے ساتھ ڈیل کی۔ جس کے بعد عمران خان امریکی سفیر کے ساتھ جنرل پاشا کی موجودگی میں ملا، جس کے بعد اس نے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا دورہ کیا تاکہ تمام تفصیلات طے کی جاسکیں۔ اس کے بعد عمران خان کو لانچ کیا گیا تاکہ وہ امریکی گھوڑے جمہوریت کا نیا سوار بن سکے۔ عمران خان پر میڈیا کوریج کی برسات کر دی گئی۔ اور عمران خان کے جلسے تو کجا، اس کے جلسوں کی تیاریوں کو 7/24 کور کیا جانے لگا۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو عمران خان کا" تبدیلی "کا ایجنڈا اوباما کے " تبدیلی" کے ایجنڈے سے زیادہ مختلف نہیں، جہاں اسٹریٹجک مقاصد کے مختلف آپریشنل طریقوں سے حاصل کرنے کو" تبدیلی کے ایجنڈے" کے پیکج کے طور پر پیش کیا گیا۔ عمران خان کا تبدیلی کا ایجنڈا وہی لبرل مارکیٹ سرمایہ دارانہ نظام ہی ہے، جو اس سے پہلے تمام حکمران مسلسل نافذ کرتے رہے ہیں۔ خالی اعتماد پر منحصر کرنسی کا نظام، سود، نج کاری، وسیع آبادی پر ظالمانہ ٹیکس، مغربی آزادیاں، علامتی اسلامی قوانین کا تڑکہ تاکہ مذہبی عوام کو دھوکہ دیا جاسکے، بین الاقوامی تعلقات کو اقوام متحدہ اور استعماری طاقتوں کے آگے سرنگوں کرنا اور دیگر سرمایہ دارانہ استعماری ایجنڈا۔

پس عمران خان نے اپنے لئے اور اس قوم کیلئے عزت کا مقام حاصل کرنے کا موقع جمہوریت میں شامل ہو کر ضائع کر دیا، اور اب وہ صرف مستقبل کا ایک زرداری، نواز شریف اور کیانی ہی ہے۔ پس اب بھی جو لوگ جاگ نہیں سکے ہیں، عمران خان کے دفاع میں یہی کہتے رہتے ہیں کہ "ٹھیک ہے کہ عمران خان اور پی ٹی آئی میں خامیاں ہیں لیکن وہ اوروں سے بہتر ہیں"۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ دیگر جمہوری جماعتوں کے کارکن بھی صرف اسی بنیاد پر اپنی اپنی پارٹیوں سے چمٹے ہوئے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ لوگ جمہوریت کے نظام کی چال کو سمجھ لیں۔

عمران خان کو امریکہ اور اس کے ایجنٹ صرف تب تک ہی سپورٹ کریں گے جب تک وہ امریکی پلان کے مطابق چلتے ہیں، اور انھیں جمہوریت کے امریکی گھوڑے سے اسی طرح پرے پھینک دیا جائے گا جیسے مرسی کو پھینک دیا گیا جب وہ ان کے پلان پر پورا نہ اتر سکیں۔ مسلمانوں کو سمجھنا ہو گا، کہ اسلام اور صرف اسلام میں ہی ان کی نجات ہے۔ ہر جزوی حل، جس میں اسلام اور دیگر آئیڈیالوجی کو مدغم کیا جائے گا، یقیناً ناکام ہی ہو گا۔ جمہوریت کے نظام میں تو مخلص لوگ بھی باطل اور کرپشن کے راہ پر چل نکلتے ہیں۔ یہ نظام انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے اصولوں اور اسلام پر سمجھوتا کریں۔ جمہوریت سمجھوتے کا نظام ہے کیونکہ یہ نظام ایک پارٹی کو اس قدر اختیار نہیں دیتا جس سے وہ اپنے دین کے مطابق مطلوبہ تبدیلیاں لا سکیں۔ اسلام کا نظام صرف خلافت ہے، یہ وہ نظام ہے جس کو خالق کائنات نے ترتیب دیا ہے۔ اس نظام میں مسلمان ایک امیر کو اس شرط پر اطاعت کی بیعت دیتے ہیں کہ وہ اس کی اطاعت کریں گے جب تک وہ ان پر اسلام کا نفاذ کرتا رہے گا۔ مجلس امت کے منتخب نمائندگان خواہ مرد ہو یا خواتین، خلیفہ کے اوپر کڑی نظر رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

جب ہمارے پاس خالق کائنات کے جانب سے بھیجا گیا وہ نظام یعنی خلافت ہے جو زندگی کے تمام امور کا احاطہ کرتا ہے، تو آخر کیوں ہم امریکہ اور اس کے صنم جمہوریت کی پوجا کریں۔ خلافت کا نظام ہی وہ واحد نظام ہے جو امت کو رہائی دلائے گا، نہ کہ جمہوریت کا کفریہ نظام۔ صرف خلافت ہی اپنے شہریوں کو تعلیم اور سکیوریٹی پہنچا سکتی ہے کسی قسم کے نسلی، جنس اور مذہبی امتیاز سے بالاتر ہو کر، جیسا کہ خلافت نے صدیوں تک کیا۔ بے شک دنیا بھر کے شرفاء تعلیم کیلئے خلافت کی جانب جوق در جوق آیا کرتے تھے۔ خلافت دنیا بھر کے پناہ گزینوں کی پناہ گاہ ہوا کرتی تھی۔ صرف وہی سیاستدان ہی اس امت کیلئے امید کی کرن ہیں، جو اپنے ایجنڈے، پالیسیوں، منشور اور آئین کو قرآن و سنت کی مضبوط بنیادوں میں پیوست کریں۔

مصر میں صلح صفائی کیسے ہو سکتی ہے؟

سوال: کئی مہینوں سے مصر کے شاہراہوں اور میدانوں میں تشدد، قتل، گرفتاری، تخریب کاری اور تباہی کے واقعات کا سلسلہ جاری ہے۔ معمول کی زندگی معطل ہے اور لوگ دو گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔۔۔اس ماحول میں کئی ایک صلح صفائی کرنے کے لیے سامنے آچکے ہیں جن میں امریکہ ،یورپ حتی کہ روس نے بھی مصر کے ساتھ رابطے کیے ہیں۔یہ بھی بعید نہیں کہ چین بھی مداخلت کرے! اسی طرح بعض مقامی ثالث بھی درمیان میں آگئے ہیں جن میں جماعتی اور غیر جماعتی افراد شامل ہیں اور انھوں نے بھی ثالثی اور اصلاحات کی کوشش کی۔۔۔لیکن وہ بھی کسی نتیجے تک نہیں پہنچ سکے۔ہم نے یہ دیکھا کہ حزب التحریر نے اس معاملے میں فریقین کے درمیان ثالثی یا صلح صفائی یا اصلاحات کی کوشش نہیں کی جبکہ جو کوئی بھی حزب التحریر کو جانتا ہے اس پر اعتماد اور اس کی عزت کرتا ہے۔ حزب التحریر یقیناً رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے آگاہ ہو گی کہ ((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟))"کیا میں تم کو درجے کے لحاظ سے روزہ نماز اور صدقہ سے بھی افضل عمل نہ بتادوں؟انھوں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ فرمایا:((إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ))"لوگوں کے درمیان اس وقت صلح کروانا، آپسی ناچاقی سب کچھ پر استرا پھیر دیتی ہے"۔ تو کیا حزب کی جانب سے ثالثی اور صلح صفائی کی خاطر مداخلت نہ کرنے کا کوئی سبب ہے؟اللہ آپ کو بہترین جزادے۔

جواب

پہلا: سب سے پہلے حزب پر اعتماد کرنے اور اس کے بارے میں حسن ظن پر آپ کا شکریہ۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ ہم سب کی رہنمائی کرے اللہ ہی دعائیں سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

جی ہاں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہماری نظروں سے اوجھل نہیں جس کو ابوداؤد نے ام الدرداء سے ابو الدرداء کے حوالے سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((**«أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ؟»** قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: **«إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ))"کیا میں تمہیں درجے میں روزے، نماز اور صدقے سے بھی افضل چیز کے بارے میں نہ بتادوں، کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول،** فرمایا لوگوں کے درمیان اس وقت صلح کروانا، آپسی ناچاقی سب کچھ پر استرا پھیر دیتی ہے"۔لیکن صلح اور اصلاح اسلامی احکامات کے خلاف نہیں بلکہ اسلام کے مطابق ہونی چاہیے۔کسی حلال کو حرام کرتے ہوئے اور کسی حرام کو حلال کرتے ہوئے کوئی صلح صفائی نہیں ہو سکتی۔رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل احادیث میں اسی کی وصیت کی ہے:

ابو داود نے اپنے سنن میں ابوہریرہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**((الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ)) "دو مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے "احمد نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ((إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا، أَوْ حَرَّمَ حلالا))"مگر وہ صلح جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے"اور سلیمان بن داود نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ((الْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ))**"مسلمان اپنی شرائط کے پابند ہیں"۔اور ترمذی نے اپنے سنن میں کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی سے اور انہوں نے اپنے باپ پھر دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**((الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا)) "**مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے سوائے اس صلح کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرے، مسلمان اپنی شرائط کے پابند ہیں مگر وہ شرط جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرے"اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اسی طرح ابن حبان نے اپنے صحیح میں ابوہریرہ سے ان الفاظ سے ہی روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **((الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا صُلْحًا أَحَلَّ حَرَامًا أَوْ حَرَّمَ حَلَالًا)).**" مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے مگر ایسی صلح نہیں جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرے"۔

دوسرا: ہم نے فریقین کے معاملے پر غور کیا تو جو کچھ ہم نے دیکھا اس سے ہمیں سخت تعجب ہوا:

ہم نے دیکھ لیا کہ دونوں اللہ کی شریعت کے مطابق حکمرانی کرنے کے بارے میں نہیں لڑ رہے ہیں، کہ ایک فریق اس کے مطابق حکومت کرتا ہو اور دوسرا فریق اس کے مطابق حکومت نہیں کرتا ہو، بلکہ ان میں سے کسی نے بھی پہلے یا بعد میں اس کے مطابق حکومت نہیں کی !

ہم نے دیکھ لیا کہ وہ ایسے دستور کے لیے نہیں لڑ رہے ہیں جو احکام شرعیہ کے مطابق ہو، بلکہ ایک ایسے خود ساختہ دستور کے لیے دست و گریباں ہیں جو سابقہ حکومت میں بھی باطل تھا اور موجودہ حکومت میں بھی باطل تر ہے؟

اسی طرح دونوں کے درمیان یہودی وجود اور کیمپ ڈیوڈ معاہدے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں جس پر سابقہ حکومت بھی کاربند تھی اور موجودہ حکومت بھی کاربند ہے؟نہ ہی دونوں کے درمیان یہود کو گیس سپلائی کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کوئی اختلاف رائے ہے بلکہ یہ کل بھی جاری تھی اور آج بھی جاری و ساری ہے؟

دونوں ہی نہر سویز سے گزرنے والے دشمن ممالک کے بحری جہازوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کے لیے تیار نہیں وہ کل بھی گزرتے تھے اور آج بھی گزرتے ہیں؟

دونوں فریق اس بات پر نہیں لڑ رہے ہیں کہ پیٹرول گیس یا معدنیات۔۔۔ جیسی اشیاء عوامی ملکیت کی چیزیں ہیں جو کہ مسلمانوں کا حق ہیں کہ ان سے حاصل ہونے والی دولت ان پر خرچ کی جانی چاہیے۔۔۔ بلکہ پہلے بھی اور آج بھی ان سے کنانہ (مصر) کی بڑی مچھلیوں کی جیبیں ہی بھرتی ہیں؟

پھر دونوں امریکہ کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ وہ بحال ہیں اور دونوں نے کل بھی اور آج بھی امریکہ کی رسی کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے؟

تیسرا: ہم جانتے ہیں کہ روئے زمین پر اللہ کے تیر کش، مصر کے باشندے اس وقت تک کسی قسم کے خیر، امن اور سلامتی کو نہیں پا سکیں گے جب تک ایک فریق فوج کو دشمن کے آنگن کو میدان کارزار بنانے کی بجائے مصر کو ہی میدان جنگ بنانے کے لیے اس کو تھپکی دیتا رہے گا۔۔۔ جبکہ دوسرا فریق خلافت کے عادلانہ نظام کا داعی بننے کی بجائے باطل اور خود ساختہ نظام کو بحال کرنے کے لیے مصر کی شاہراہوں کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنانے کے لیے لوگوں کو اکساتا رہے گا۔۔۔

مصر کے باشندوں کو دونوں فریقوں سے کوئی خیر امن اور سلامتی نصیب نہیں ہو گی کیونکہ دونوں ہی اس سیکولر جمہوریت اور عوامی ریاست کے داعی ہیں جو اسلام کو ایک طرف کر دیتی ہیں۔ وہ اس جمہوریت کی بات کرتے ہیں جس میں اللہ نہیں بلکہ انسان قانون سازی کرتا ہے، جس میں حاکمیت اعلی رب کا نہیں بلکہ عوام کا ہوتا ہے۔

اسی طرح دونوں فریقوں سے کسی خیر، امن اور سلامتی کی توقع نہیں کیونکہ دونوں ہی اپنا بناوٹی دستور رکھتے ہیں جس کے بارے میں اللہ نے کوئی برہان نازل نہیں فرمائی۔ دونوں ہی اللہ رب العالمین کے اس دستور کو پس پشت ڈالتے ہیں جس کو اللہ نے امت کی فلاح اور بھلائی کے لیے نازل فرمایا ہے **(أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ)** "خبردار وہ اپنی مخلوق کو جانتا ہے، وہ ہی تو تدبیر والا اور جاننے والا ہے"۔

مصر کے باشندے اس وقت تک کسی قسم کے خیر، امن اور سلامتی کو نہیں دیکھ سکتے جب تک فلسطین کو غصب کرنے والے یہودی وجود اور سابقہ اور موجودہ حکومتوں کے درمیان کیمپ ڈیوڈ کا معاہدہ موجود ہو اور جب تک اس کو ختم کر کے ردی کی ٹوکری میں نہیں پھینک دیا جاتا۔

یہ اس وقت تک کسی قسم کی بھلائی کا منہ نہیں دیکھ سکتے جب تک فلسطین کو غصب کرنے والے یہودی وجود کو گیس کی سپلائی جاری رہے گی کیونکہ جس کو غصب کیا جائے، اس کے خون سے غصب کرنے والے کو جینے کا سامان مہیا نہیں کیا جا سکتا۔۔۔!

وہ اس وقت تک خیر کو ترستے رہیں گے جب تک عوامی ملکیت حقداروں کو، جو کہ مصر کے باشندے ہیں، ملنے کی بجائے باطل طریقے سے حکمرانوں کے جیبوں میں جاتی رہے گی۔۔۔

وہ اس وقت تک کسی خیر سے بہرہ مند نہیں ہو سکتے جب تک امریکہ کے ساتھ تعلقات قائم ہیں اور جب تک امریکی رسی واشنگٹن سے قاہرہ تک بچھی ہوئی ہے اور اس کو کاٹا نہیں جاتا۔۔۔

آخر میں یہ کہ اہل مصر اس وقت تک بھلائی کا منہ نہیں دیکھ سکتے جب تک اللہ کی زمین پر اللہ کی تیر کش مصر میں خلافت کے ستونوں میں سے ایک ستون بن کر اپنی پہلی صورت پر نہ آجائیں: جب رومیوں کے قبضے سے اس کو چھڑا لیا گیا۔۔۔ پھر اس نے فلسطین اور اس کے آس پاس سے صلیبیوں کو مار بھگایا۔۔۔ پھر اس کا سفر اللہ کے اذن سے فلسطین کو آزاد کر کے اور یہودی وجود کو صفحہ ہستی سے مٹا کر ہی مکمل ہو گا۔۔۔

چوتھا: ہم نے فریقین پر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ دونوں مشرق اور مغرب سے حل ڈھونڈ رہے ہیں۔ اِدھر اُدھر کے ثالثوں کے ذریعے اندر اور باہر حل تلاش کر رہے ہیں لیکن ہدایت کی طرف نہیں آتے، اس لیے یہ حل تلاش کرنے کے اہل ہی نہیں۔ جو حل وہ لانے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے نتیجے میں کوئی خیر نہیں۔

جہاں تک بیرونی ثالثوں کا تعلق ہے ان کو مصر سے کوئی دلچسپی نہیں۔ کیا کوئی عقلمند شخص امریکہ سے یہ توقع کر سکتا ہے کہ اس کے لائے ہوئے حل میں کوئی خیر ہو۔ وہی سابقہ، اس سے پہلی اور موجودہ حکومت کا پشت بان ہے۔ سابقہ، اس سے پہلے یا موجودہ حکومت کی جانب سے قتل و غارت کے پیچھے امریکہ ہی ہے۔ مقتولین کی تعداد یا تباہی کی مقدار کی امریکہ کو کوئی پرواہ نہیں۔۔۔ بلکہ اس کو اس بات سے دلچسپی ہے کہ مصر پر اس کی بالادستی قائم ودائم رہے۔۔۔ اس کا ماضی بلکہ عراق اور افغانستان میں اس کا حال اس کا شاہد ہے، جس کا یہ حال ہو وہ مصر اور اہل مصر کے لیے کیا صحیح حل لائے گا؟ کیا اوبامہ یا اس کا فرستادہ کیری مصر اور اہل مصر کا خیر خواہ ہے؟ یہ تو اسلام اور مسلمانوں کے کھلے دشمن ہیں۔۔۔

کیا کوئی باشعور بصیرت اور بصارت والا شخص یورپ سے ایسے حل کی توقع کر سکتا ہے جس میں خیر ہو؟ برطانیہ اور اس کے ایجنٹوں نے 1342ھ 1924م میں خلافت کا خاتمہ کیا۔ یہی خلافت اور اس کے لیے جدوجہد کرنے والوں کا بدترین دشمن ہے، یہی بلفور کے منحوس معاہدے کے پیچھے ہیں۔ یہ امریکہ، فرانس اور روس ہی فلسطین کو غصب کرنے والے اس کے باشندوں کو جلاوطن کرنے والے یہود کے پشت پناہ ہیں۔ انہوں نے ہی اسراء اور معراج کی سرزمین اور اسلام کی سرحد فلسطین میں اس یہودی وجود کو تخلیق کیا۔۔۔ جہاں تک فرانس کا تعلق ہے تو یہ یہودی وجود کے ابتدائی پشت بانوں میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو قتل کرنے کے حوالے سے بھی

انتہائی سیاہ تاریخ کا حامل ہے جس نے پہلے الجزائر اور اب مالی میں مسلمانوں کا خون بہایا ہے۔۔۔۔رہی بات روس کی جس کی تمام حرکات و سکنات سوویت یونین کے زوال کے بعد خطے میں امریکہ کے اشارے ہی پر ہوتے ہیں۔شام کے سرکش کی حمایت اس پر مستزاد ہے۔اسی طرح قفقاز کے مسلمانوں خاص کر چیچنیا میں اس کی قتل و غارت ، قازان میں مساجد کو منہدم کرنا، تاتارستان میں آئمہ کی گرفتاریاں اور بعض کو قتل کرنا اور اسلام کے داعیوں کی گرفتاریاں سب اس کے جرائم ہیں۔۔۔کیا اس سے کسی خیر کی توقع ہے؟ یہی حال چین کا ہے جس نے مشرقی ترکستان پر قبضہ کر رکھا ہے اور وہاں کے مسلمانوں کو نشانہ بناتا ہے ،اگر وہ بھی مداخلت کرے یا ثالث بن جائے تو کیا اس سے خیر کی توقع ہے؟

ان سارے بیرونی ثالثوں کے ساتھ صرف زہر قاتل ہی ہو گا۔ان کے لیے اہل کنانہ کے خون کی کوئی قیمت نہیں بلکہ وہ خون چوستے ہیں اور اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں۔ان سب کا سرغنہ امریکہ ہے جو کنانہ (مصر) کو خطے میں اپنا مضبوط ٹھکانہ سمجھتا ہے۔۔۔یہی وجہ ہے کہ کوئی زندہ اور عقلمند انسان جھاڑیوں میں انگور کی توقع نہیں کرتا! کیا یورپ کا آشتون یا امریکہ کا کیری یا کسی بھی اجنبی ملک سے کسی بھلائی کی امید کی جا سکتی ہے؟(**كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ**)"کس طرح یہ جب بھی تم پر غالب آتے ہیں تو تمہارے بارے میں کسی رشتہ داری کا پاس رکھتے ہیں نہ ہی کسی قرابت کا لحاظ۔اپنی زبانوں سے تو تمہیں خوش کرتے ہیں جبکہ ان کے دل یہ نہیں چاہتے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں"(التوبہ:8)۔

رہی بات اندرونی ثالثوں کی تو وہ بھی کولہوں کے بیل کی طرح ایک ہی دائرے میں چکر کاٹ رہے ہیں، یہ بھی وہی حل دے رہے ہیں جو فریقین پیش کر رہے ہیں، جس کی رو سے جمہوری نظام ، سیکولر عوامی حکومت اور اس ڈیموکریسی کی حفاظت جس کی رو سے انسانوں کے خالق کی جگہ خود انسان کو قانون سازی کا اختیار حاصل ہے اور حاکمیت اعلی عوام کے رب کی بجائے خود عوام کے پاس ہے ، جس میں شخصی آزادیاں ہیں، جس میں دین ،ملکیت اور رائے کی آزادی ہے، وہ سب کچھ جو اس افراتفری اور تباہی کا ذمہ دار ہیں۔۔۔! یہ ثالث یہی کر رہے ہیں، ایک فریق سے کچھ چیزوں سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں اور کبھی دوسرے سے کچھ اور چیزوں سے پیچھے ہٹنے کا کہتے ہیں جبکہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ اس مصیبت اور بدبختی کے اصل سبب اس نظام کو برقرار رکھا جائے! تکلیف دہ بات ہے کہ ان ثالثوں میں سے بعض مسلمان ہیں جو اللہ کی کتاب میں (**وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ**)"اور نماز قائم کرو"پڑھتے ہیں تو نماز ادا کرتے ہیں اور نماز سے دستبردار نہیں ہوتے، جبکہ اسی کتاب اللہ میں ایک اور آیت(**وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ**)"اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرو"پڑھتے ہیں تو اس سے دستبردار ہو جاتے ہیں، یہ لوگ حدود اللہ کو نافذ کرنے کی بات کرتے ہوئے "شرمندگی" محسوس کرتے ہیں،فریقین سے نظام خلافت کا مطالبہ کرتے ہوئے وہ کانپتے ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں امریکہ یورپ روس اور چین ناراض نہ ہو! بے شک یہ بڑی ہی عجیب بات ہے!

پانچواں: یوں موجودہ اندرونی یا بیرونی ثالثین کنانہ اور اہل کنانہ کے مسائل کو پائیدارا اور پرامن طور پر حل کرنے کی اہلیت ہر گز نہیں رکھتے ہیں۔حل صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ سب لوگ اپنے دل ،دماغ اور تمام تر توانائی سے اس نظام خلافت کے ذریعے جس کو اللہ رب العالمین نے فرض قرار دیا ہے اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کی طرف متوجہ ہوں، جس کے واضح اور صحیح دلائل کتاب اللہ ، سنت رسول ﷺ اور اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم میں موجود ہیں:

جہاں تک کتاب اللہ کا تعلق ہے تو اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:(**فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ**)"ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے ذریعے حکومت کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کے بارے ان کی خواہشات کی پیروی مت کرو،اورا اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرو ان کی خواہشات کی پیروی مت کرو اور ہوشیار رہو کہ کہیں یہ تمہیں اللہ کے نازل کردہ بعض احکامات کے بارے میں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں"(المائدہ:48-49)۔

اس کے علاوہ بھی کئی آیات ہیں۔رسول اللہ ﷺ سے ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرنے کا خطاب امت کے لیے بھی خطاب ہے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی ایسے حکمران ہونے چاہیے جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کریں۔اس خطاب میں امر جزم کا ہے، کیونکہ خطاب کا موضوع فرض ہے۔یہ جزم کا قرینہ ہے جیسا کہ اصول میں ہے۔رسول اللہ ﷺ کے بعد جو حکمران اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرتا ہے اس کو خلیفہ کہا جاتا ہے اور اس نظام حکمرانی کو خلافت کا نظام کہا جاتا ہے۔

جہاں تک سنت کا تعلق ہے تو نافع سے روایت ہے کہ :عبد اللہ بن عمر نے مجھے بتایا کہ : میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ :«من خلع يداً من طاعة لقي الله يوم القيامة لا حجة له، ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية» "جو شخص اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے تو قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہو گی اور جو اس حال میں مرا کہ اس کے گردن میں خلیفہ کی بیعت نہیں تو جاہلیت کی موت مرا" اس کو مسلم نے روایت کی ہے۔رسول اللہ

ﷺ نے یہ ہر مسلمان پر فرض قرار دیا کہ اس کے گردن میں بیعت ہو اور جو اس کے بغیر مرا اس کو جاہلیت کی موت قرار دیا جو کہ اس گناہ کے عظیم تر ہونے کی دلیل ہے۔رسول اللہ ﷺ کے بعد بیعت خلیفہ کے علاوہ کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی۔ مسلم نے الاعرج سے اور اس نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:«إنما الإمام جُنة يُقاتَل من ورائه ويُتقى به»"صرف خلیفہ ہی ڈھال ہے جس کی قیادت میں لڑا جاتا ہے اور جس کے ذریعے حفاظت ہوتی ہے"اور مسلم نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ : میں پچاس سال تک ابو ہریرہ کی مجلس میں بیٹھتا رہا اور میں نے ان کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:«كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، وإنه لا نبي بعدي، وستكون خلفاء فتكثر، قالوا فما تأمرنا؟ قال: فُوا ببيعة الأول فالأول، وأعطوهم حقهم، فإن الله سائلهم عما استرعاهم»"بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو ایک اور اس کی جگہ آجاتا، چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اس لیے خلفاء کثرت سے ہوں گے، لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟فرمایا:ایک کے بعد ایک کی بیعت کی وفا کرو، ان کو ان کا حق دو کیونکہ اللہ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں پوچھے گا"ان احادیث میں خلیفہ کو ڈھال قرار دیا گیا ہے، یعنی بچاؤ، اس میں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کی سیاست کریں گے وہ خلفاء ہونے چاہیے، یعنی ان کو وجود میں لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

رہی بات اجماع صحابہ کی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے رسول اللہ ﷺ کے رحلت کے بعد ان کا خلیفہ مقرر کرنے پر اجماع کیا۔ ان کے اس اجماع کی تاکید رسول اللہ ﷺ کے وفات کے بعد آپ ﷺ کی تدفین میں تاخیر اور خلیفہ کے تقرر میں مشغولیت سے ہوتی ہے، حالانکہ وفات کے بعد میت کی تدفین فرض ہے۔جن صحابہ پر رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تدفین فرض تھی ان میں سے بیشتر نے رسول اللہ ﷺ کی تدفین پر خلیفہ کے تقرر کو ترجیح دی اور باقی اس پر خاموش رہے اور تدفین کی تاخیر میں شریک رہے قدرت کے باوجود کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی، اور قدرت کے باوجود انہوں نے خلیفہ کے تقرر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی تدفین بھی نہیں کی۔رسول اللہ ﷺ پیر کے دن پہلے پہر کو انتقال فرماگئے اور منگل کی رات پھر منگل کے دن بھی نہیں دفنائے گئے۔ جس دن ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی اس بدھ کی رات کو آدھی رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی تدفین کی گئ، یعنی تدفین میں دوراتوں کی تاخیر کی گئی۔اس دوران رسول اللہ ﷺ کی تدفین سے پہلے ہی ابو بکر کی بیعت کی گئی، یوں یہ خلیفہ کے تقرر کو میت کی تدفین پر ترجیح دینے پر اجماع ہے، جو خلیفہ کے تقرر کے فریضے کے عظیم ترین ہونے کی دلیل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایسے حکمران کی غیر موجودگی میں جو مسلمانوں پر اسلام کے ذریعے حکومت کرے جو کہ "خلیفہ" ہے مسلمانوں پر اس کو وجود میں لانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگانا فرض ہے۔ وہی اللہ رب العالمین کی طرف سے فرض کیے گئے حدود کو نافذ کرے گا جو کہ ایک بڑا فریضہ ہے اور جس میں امت کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ابن ماجہ نے اپنے سنن میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«حَدٌّ يُعْمَلُ بِهِ فِي الْأَرْضِ، خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمْطَرُوا أَرْبَعِينَ صَبَاحًا»**"زمین پر ایک حد کو نافذ کرنا اہل زمین کے لیے چالیس دن کی صبح کے وقت کی بارش سے بہتر ہے"۔

یہ ہے مصر اور تمام مسلم علاقوں کے مسائل کا حل جس سے وہ خیر سے بھر جائیں گے اور یہ خیر چار دانگ عالم میں پھیل جائے گی۔

چھٹا: ہم واقعات پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور خون خرابہ اور تباہی کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔المناک بات تو یہ ہے کہ تمام فریق اس اسلام کے علاوہ ہر جگہ حل تلاش کررہے ہیں جو ان کا عقیدہ ہے اور جس کے مطابق نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے اور اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادت کرتے ہیں !

چونکہ ہمیں اس کے علاوہ کوئی حل نظر نہیں آتا کہ تمام فریق خلافت کے نظام کو قبول کریں جبکہ تمام فریق خلافت کے نظام اور اس کے لیے کام کرنے والوں کے راستے میں روڑے اٹکا رہے ہیں اس لیے ہمیں تردد ہوا کہ ہم فریقین کے درمیان صلح صفائی کے لیے خلافت کا نظام ان کے سامنے پیش کریں۔۔۔۔ہمیں ڈر ہے کہ ہماری یہ پکار صدا بصحرا ثابت ہوگی اس لیے اس سے باز رہنے اور اس پر نظر رکھنے کو ہی ترجیح دی شاید اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالی کوئی بہتری لائے۔

اسی چیز نے ہمیں مداخلت سے روکا، ہماری طرف سے کئی بار رابطہ کرنے کے باوجود فریقین کی قیادتیں خلافت اور اہل خلافت کی طرف رجوع کرنے کے لیے تیار نہیں۔خلافت کا تو ذکر کرتے ہوئے بھی اس خوف سے ان کے دل ڈر جاتے ہیں کہ کہیں مغرب بقول ان کے مشتعل نہ ہو۔جن کا یہ حال ہو ہم کیسے ان کے درمیان ثالث بننے کے لیے مداخلت کریں؟

ہم ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے بھرپور کوشش کرنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ دونوں نظام خلافت پر اکٹھا ہو جائیں۔اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ فریقین اللہ کی شریعت کی حکمرانی چاہتے ہیں خلافت کے اعلان اور اس کے جھنڈے کو بلند کرنے کے لیے تیار ہیں جو کہ العقاب ہے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا جھنڈا ہے تب ہم ان کے درمیان صلح کرانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے اور تب ہی ہم فریقین کو ایک ہی نظام کے سائے میں یکجا کرنے کے قابل ہوں گے جو کہ خلافت راشدہ کا نظام ہے۔اللہ کے

فضل وکرم سے ہم معاملات کو پھر درست طریقے سے سنبھالنے کے اہل ہیں، خلافت کے قیام اس کے امن اور استحکام کو برقرار رکھنے کے قابل ہیں جس سے روئے زمین پر اللہ کی تیر کش مصر ایک بار پھر اپنے رب کی مدد سے طاقتور اور اپنے دین کی وجہ سے باوقار ہو گا، اللہ کے دشمنوں کی کمر توڑ دے گا، اسلام، مسلمانوں اور ان کے اہل ذمہ کے ہر بد خواہ کو لرزا دے گا۔

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں، ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا مطلب بھی سمجھتے ہیں۔ جو بھی حزب التحریر اس کے ماضی اور حال کو جانتا ہے وہ اس کی گواہی دے گا، اس کے بعد اللہ ہی مددگار ہے۔۔۔

صلح اور اصلاح اس طرح ہوتی ہے، اس منہج پر ہم گامزن ہیں، ممکن ہے اس مصیبت اور سختی کا سامنا کرنے کے بعد صحیح حل جو کہ خلافت کا نظام ہے کی طرف آئیں گے جو اس رب العالمین کا نظام ہے جو اپنے بندوں کی دنیا اور آخرت کی بھلائی کو سب سے بہتر جانتا اور سب سے اچھا فیصلہ کرتا ہے۔ ممکن ہے فریقین کا اس پر موافقت اس امت کی شاندار تاریخ کو دہرانے کا سبب ہو گا جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:(**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ**)"تم ہی بہترین امت ہو جو لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے پیدا کیے گئے ہو، تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو اور تم اللہ پر (صحیح معنوں میں) ایمان رکھتے ہو"(آل عمران:110)۔ یوں خلافت ایک بار پھر لوٹ آئے گی، اسلام اور اہل اسلام کو عزت بخشے گی، کفر اور اہل کفر کو ذلیل کر دے گی، دنیا کے ہر گوشے میں خیر کا چرچا ہو گا، یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

آخر میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ہمارے بارے میں کہے کہ "یہ خوابوں کی دنیا میں رہنے والے لوگ ہیں" یا کوئی کہے کہ ان کو "ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے" یا کوئی شخص یہ کہے کہ "یہ لوگ اس دنیا میں ہی نہیں رہتے جس پر امریکہ اور مغرب کا راج ہے" کوئی چوتھا شخص ممکن ہے یہ کہے کہ "خلافت تھی ختم ہو گئی مگر پھر کبھی نہیں آئے گی"۔۔۔

لیکن ہم عین اسی وقت میں اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:: (**وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ**)"اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرمالیا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے کہ ان کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت سے نواز چکا ہے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو (اقتدار کے ذریعے) مضبوط کر دے گا جس کو ان کے لیے پسند فرما چکا ہے، پھر یقیناً ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا جس کے بعد وہ میری عبادت کرتے رہیں گے اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں بنائیں گے اس کے بعد بھی کوئی ناشکری کرے تو وہی لوگ ہی فاسق ہیں"(النور:55)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جس کو احمد ابو داود اور الطیالسی نے حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:«**إِنَّكُمْ فِي النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا، فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ**»"تمہارے درمیان نبوت اس وقت تک ہو گی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ چاہے گا تو اس کو اٹھالے گا، اس کے بعد نبوت ہی کے طرز پر خلافت ہو گی اور وہ بھی اس وقت تک ہو گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا، اس کے بعد خاندانی حکومت ہو گی اور وہ بھی اس وقت تک ہو گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ جب اللہ چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا، اس کے بعد جابرانہ حکومت ہو گیا اور اس وقت تک ہو گی پھر جب اللہ چاہے گا اس کو بھی اٹھالے گا، اس کے بعد پھر نبوت کے طرز پر خلافت ہو گی"۔

کوئی بھی عقلمند صاحب بصارت وبصیرت شخص سمجھے گا کہ ان کا یہ کہنا غلط اور باطل ہے عقل والوں کے ہاں اس کی کوئی قیمت نہیں جبکہ اللہ سبحانہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان حق ہے۔

(**فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى تُصْرَفُون**)"حق کے بعد گمراہی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے پھر کہاں بھٹکائے جاتے ہوں"(یونس:32)۔

ہم صورت حال کو بہت قریب سے دیکھ رہے ہیں اور ممکن حد تک فریقین سے رابطہ کر رہے ہیں ممکن ہے اللہ اس کے بعد کوئی بہتری لائے(**إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ**)"بے شک اللہ متقیوں اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے"(النحل:128) (**وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ**)"اور ہم چاہتے ہیں کہ زمین میں ستائے گئے لوگوں پر احسان کریں اور ان کو دنیا کا امام اور وارث بنائیں"(القصاص:5)

(**وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ**)"اللہ ہی اپنے فیصلے میں غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے"(یوسف:21)

11 محرم 1435ھ 2013/11/14م

مذاکرات کے ذریعے امریکہ خطے میں اپنی موجودگی کو یقینی بنانا چاہتا ہے

پاکستان کے میڈیا نے طالبان کے ساتھ مذاکرات کے حوالے سے سوالات اٹھائے ہیں۔ لہٰذا پاکستان میں حزب التحریر کے میڈیا آفس نے اس مسئلہ پر مندرجہ ذیل پریس بریفینگ جاری کی ہے۔امریکی ڈرون حملے میں طالبان رہنما کی ہلاکت کے بعد یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ امریکہ طالبان کے ساتھ مذاکرات چاہتا ہے؟آخر امریکہ کیوں "معتدل" طالبان کے ساتھ مذاکرات چاہتا ہے؟

میڈیا آفس ان سوالات کے جوابات کو جاننے کے لیے مندرجہ ذیل نکات کو پیش کر رہا ہے:

1۔ جہاں تک طالبان سے عمومی طور پر مذاکرات کی بات ہے تو امریکہ افغانستان سے اپنے محدود انخلاء کے منصوبے کی آڑ میں افغانستان میں اپنی مستقل موجودگی کو مذاکرات کے ذریعے ایک قانونی حیثیت دینا چاہتا ہے۔اسی منصوبے کا حصہ اسلام آباد میں دنیا کے دوسرے بڑے امریکی سفارت خانے کی تعمیر، افغانستان میں نو(9) امریکی اڈوں کا حصول اور ایک لاکھ سے زائد نجی سکیورٹی کنٹریکٹرز کو افغانستان اور پاکستان میں تعینات کرنا بھی شامل ہے۔ افغانستان میں موجود طالبان، جن کی بڑی تعداد پشتون ہے، اس منصوبے کی تکمیل کے لیے اہم ہیں۔ان کی حمائت کے بغیر کوئی بھی معاہدہ بے معنی ہو گا کیونکہ افغانستان کی تاریخ میں پشتون ہی سب سے اہم اور بااثر گروہ ہے۔

جہاں تک پاکستان کے قبائلی علاقوں کے پشتونوں کا تعلق ہے، امریکہ کو اپنے منصوبے کی کامیابی کے لیے ان کی حمائت بھی درکار ہے۔ پاکستان کے قبائلی علاقوں کے پشتونوں کے افغانستان کے پشتونوں سے گہرے اور مضبوط روابط ہیں۔ پاک وافغان سرحد ڈیورنڈ لائن، جو کہ برطانوی استعمار نے قائم کی تھی، کے دونوں جانب رہنے والے پشتونوں کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ مذاکرات پر مجبور کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پاکستان کے قبائلی علاقوں سے امریکی قابض افواج کے خلاف لڑنے والوں کے لیے فراہم ہونے والی معاونت کو ختم کیا جائے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے امریکہ یہ چاہتا ہے کہ افواج پاکستان قبائلی علاقوں میں مصروف رہیں اور اس کے خلاف ہونے والی مزاحمت کا خاتمہ کریں اور اس کے ساتھ ساتھ مزاحمت کی ساکھ کو جس قدر ممکن ہو پشتونوں کی نظر میں خراب کر دے۔ یقیناً امریکہ یہ امید کرتا ہے کہ اگر وہ امریکی قبضے کے خلاف مزاحمتی تحریک کو کمزور اور اس کی ساکھ کو خراب کر دے تو اس بات کے زیادہ امکانات ہیں کہ عام پشتون حکومت اور "معتدل" طالبان کے درمیان ہونے والے مذاکرات کی حمائت کریں گے۔اس کے علاوہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں لڑنے والے طالبان کئی چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم ہیں جن میں آسانی سے اپنے ایجنٹ داخل کیے جاسکتے ہیں اور ان گروہوں پر اثرانداز ہوا جاسکتا ہے۔ لہٰذا امریکہ ان گروہوں کو "معتدل" اور "سخت گیر" طالبان کے نام دیتا ہے۔

2۔ یقیناً امریکہ اس بات سے اچھی طرح باخبر ہے کہ مسلمان اس کی مستقل موجودگی کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ شک و شبہ طالبان، علماء دیوبند، پشتونوں، عمومی طور پر مسلمانوں اور خصوصاً افواج میں بھی پایا جاتا ہے۔پہلے بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ امریکہ نے یہ محسوس کیا تھا کہ کیانی و زرداری حکومت اس کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں عوام کی حمائت حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔یہ نظر آتا ہے کہ اس صورتحال نے امریکہ کو مجبور کیا کہ وہ اس نواز شریف کو دوبارہ اقتدار میں لائے جسے اس نے اپنے ایجنٹ مشرف کے ذریعے تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دیا تھا کیونکہ امریکہ یہ سمجھتا ہے کہ نواز شریف دہشت گردی کے خلاف اس کی جنگ کی مزاحمت کرنے والے اسلامی دائیں بازو کی جماعتوں اور قوم پرستوں کے سخت موقف میں نرمی لانے میں کامیاب ہو جائے گا۔نواز شریف اور اس کی جماعت مسلم لیگ (ن) کی معاشرے کے قدامت پسند طبقے میں جڑیں موجود ہیں۔ پاکستان کے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے، امریکہ نے اپنے ایجنٹ نواز شریف کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ "ڈرون حملوں کے خاتمے" اور "انخلاء کے لیے امن مذاکرات" کو اہم مسائل کے طور پر اجاگر کرے۔ امریکہ مخالف موقف اپنانے سے، امریکہ یہ امید رکھتا ہے کہ نواز شریف امریکہ سے اپنے اتحاد کو چھپا سکتا ہے اور امریکہ کے مفادات کو زیادہ مزاحمت کا سامنا کیے بغیر حاصل کر سکتا ہے بالکل ویسے ہی جیسا کہ ماضی میں مسلم دنیا میں دوسرے ایجنٹ بھی یہ کام اسی طرح کر چکے ہیں کہ انھوں نے خوب امریکہ مخالف نعرے بازی کی جبکہ ہر ممکن طریقے سے امریکی مفادات کی تکمیل کے لیے کام بھی کرتے رہے۔

3۔ یہ امریکی منصوبے کا حصہ ہے کہ اس کے ایجنٹ اس کے خلاف بیان بازی کریں تاکہ اس کی خواہشات کی تکمیل ہو سکے، لہٰذا امریکہ نے اپنے ایجنٹوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اس بات کو عام کریں کہ امریکہ مذاکرات کا مخالف ہے۔ تو اس طرح ایسا نظر آئے گا کہ جیسے امریکہ مذاکرات کا مخالف ہے اور امریکی مخالفت میں مسلمان ان مذاکرات کی حمائت کرنا شروع کر دیں گے ۔ یہ ایک "ڈبل گیم" ہے جس کے تحت مسلمان یہ سمجھتے ہوئے مذاکرات کو آگے بڑھائیں گے کہ ایسا کر کے وہ امریکی منصوبے کو ناکام کر رہے ہیں کیونکہ بظاہر امریکہ تو ان مذاکرات کی مخالفت کر رہا ہے۔اس کے علاوہ، حکومت نے یہ جھوٹ بھی پھیلایا ہے کہ مذاکرات امریکہ کے خلاف کامیابی کی نشانی ہے جبکہ امریکہ کو ان مذاکرات کی ضرورت ہے کیونکہ وہ ایک طویل اور مہنگی جنگ کے بعد جو کچھ ممکن ہے اپنے لیے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا افغانستان اور پاکستان میں امریکی ایجنٹ اس امریکی "ڈبل گیم" کے تحت اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کا عملی مظاہرہ اس وقت دیکھا گیا جب نواز شریف تازہ ترین ہدایت لے کر امریکہ سے واپس آیا تو امریکہ نے پاکستان میں طالبان رہنما حکیم اللہ محسود کو قتل کر دیا۔ ایجنٹوں نے بہت شور مچایا کہ مذاکرات کا عمل خطرے سے

دوچار ہو گیا ہے۔ یکم نومبر 2013 کو انگریزی اخبار ڈان نے خبر شائع کی کہ "ڈرون حملوں کی مذمت کرتے ہوئے وزیر داخلہ چوہدری نثار نے کہا کہ ان کا نشانہ ملک میں امن کے قیام کی کوششوں کو سبوتاژ کرنا ہے۔ کل (ہفتے کے دن) ایک وفد طالبان سے بات چیت کے لیے روانہ ہونے والا تھا۔ چوہدری نثار نے یہ بیان اس وقت دیا جبکہ اس بات کی تصدیق نہیں ہوئی تھی کہ مارے جانے والا عسکریت پسند کمانڈر حکیم اللہ ہے"۔ پھر 2 نومبر 2013 کو ڈان اخبار نے یہ خبر شائع کی کہ "جمعہ کو ڈرون حملے میں مارے جانے والے پاکستانی طالبان سربراہ کی ہلاکت کو خطے کے امن پر امریکی حملہ قرار دیا گیا ہے۔ وزیر داخلہ چوہدری نثار نے ہفتے کو کہا کہ امریکہ کے ساتھ دوطرفہ تعلقات پر نظرثانی کی جائے گی"۔ اور 2 نومبر 2013 کو ہی ڈان اخبار نے یہ خبر بھی شائع کی کہ "وفاقی وزیر اطلاعات پرویز رشید نے اسلام آباد میں صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حکومت محسود کی تحریک طالبان کے ساتھ مذاکرات کے منصوبے کو آگے لے جانا چاہتی ہے۔ پرویز رشید نے کہا کہ اس بار ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ڈرون نے امن مذاکرات پر حملہ کیا ہے لیکن ہم امن مذاکرات کے عمل کو ختم نہیں ہونے دیں گے"۔ جہاں تک افغانستان میں امریکی ایجنٹوں کا تعلق ہے تو ایکسپریس ٹریبون نے AFP کے حوالے سے 4 نومبر 2013 کو یہ خبر شائع کی کہ "افغان صدر حامد کرزئی نے تحریک طالبان کے سربراہ حکیم اللہ محسود کے غلط وقت پر امریکہ کے ہاتھوں قتل کیے جانے پر نکتہ چینی کی اور اس امید کا اظہار کیا کہ واقعہ علاقائی امن کی کوششوں کو ناکام کرنے کا باعث نہیں بنے گا۔ کرزئی نے افغانستان کے دورے پر آئے امریکی کانگریس کے وفد سے کہا کہ ڈرون حملہ صحیح وقت پر نہیں کیا گیا لیکن وہ امید رکھتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں امن کے عمل کو نقصان نہیں پہنچے گا"۔

4۔ یہ اسی "ڈبل گیم" کا نتیجہ ہے کہ امریکی ایجنٹ ڈرون حملے کی مذمت کرنے کے باوجود طالبان کے ساتھ مذاکرات کے سلسلے کو جاری رکھنے پر بھی اصرار کر رہے ہیں۔ 3 نومبر 2013 کو ڈان اخبار نے یہ خبر شائع کی کہ "پاکستان کی وزارت خارجہ نے کہا ہے کہ جس ڈرون حملے میں محسود مارا گیا ،اس سے ایک روز قبل ہونے والے ڈرون حملے پر احتجاج کرنے کے لیے اس نے پاکستان میں امریکی سفیر رچرڈ اولسن کو طلب کیا۔ وزارت سے جاری ہونے والے بیان میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ ڈرون حملے کے باوجود حکومت تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ مذکرات کے عمل کو جاری رکھنے کا قطعی ارادہ رکھتی ہے"۔ اور 3 نومبر 2013 کو ڈان اخبار نے خبر شائع کی کہ "جمعیت علمائے اسلام کے مولانا فضل الرحمن نے ہفتے کو حکومت پاکستان پر زور دیا ہے کہ حالیہ امریکی ڈرون حملے میں طالبان رہنما حکیم اللہ محسود کے قتل کے باوجود وہ طالبان کے ساتھ بات چیت کے اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ مولانا نے کہا کہ حکیم اللہ کی موت نے ملک میں ایک جذباتی فضاء قائم کر دی ہے۔ انھوں نے کہا کہ تحریک طالبان کے سربراہ کے قتل کے نتیجے میں مذاکرات کا عمل کچھ دنوں کے لیے تاخیر کا شکار ہو جائے گا لیکن امن اور مفاہمت کے دشمنوں کو اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کی اجازت نہ دی جائے"۔

5۔ امریکہ ایک طرف بظاہر یہ تاثر دے رہا ہے کہ وہ مذاکرات کا مخالف ہے جبکہ درحقیقت سرحد کے دونوں جانب "معتدل" طالبان کے ساتھ بات چیت اس کی اس وقت شدید ضرورت ہے تاکہ وہ خطے میں اپنے موجودگی کو جاری رکھ سکے اور یہ مفاد امریکہ اپنے بزدل فوجیوں اور دم توڑتی معیشت کے بل بوتے پر میدانِ جنگ میں حاصل نہیں کر سکتا۔ دوسری جانب امریکہ مسلمانوں کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ "سخت گیر" طالبان صرف امریکہ کے لیے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے بھی خطرہ ہیں۔ اس کوشش کا مقصد مزاحمت کی ساکھ کو مسلمانوں کی نظر میں خراب کرنا اور مذاکرات کے لیے فضاء پیدا کرنا ہے اور یہ کہ امریکی قبضے کے خلاف مسلسل مزاحمت کی رائے عامہ کو تبدیل کیا جائے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے امریکہ نے پاکستان میں قتل و غارت گری اور بم دھماکوں کی مہم چلائی جبکہ اس کے ایجنٹ ہر بم دھماکے اور قتل کے بعد یہ چلانا شروع کر دیتے ہیں کہ "دیکھو، بہر حال اب یہ جنگ ہماری بھی ہے"۔ دنیا بھر میں اس قسم کی مجرمانہ اور تباہ کن مہم چلانے کے حوالے سے امریکی انٹیلی جنس اور نجی سیکورٹی ادارے خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ یہ حملے False flag attacks کہلاتے ہیں جس میں خود ہی حملہ کیا جاتا ہے اور اس کا الزام اپنے مخالف پر ڈال دیا جاتا ہے تاکہ اپنی فوجوں کو اپنے مخالفین کے خلاف لڑنے پر آمادہ کیا جائے اور ان کی ساکھ کو نقصان پہنچایا جائے۔ ایسے حملے کروانا کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ امریکی انٹیلی جنس اور نجی سیکورٹی ادارے براہ راست یا مزاحمتی گروہوں میں اپنے ایجنٹ داخل کر کے اور پاکستانی ایجنسیوں میں موجود اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ایسے حملے کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ان حملوں میں ہمارے بازاروں، گھروں، افواج اور لوگوں کو تو نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ملک میں موجود سی.آئی.اے اور ایف.بی.آئی کے دفاتر، امریکی فوجی اڈے، بلیک واٹر کی رہائش گاہیں اور امریکی قونصل خانے حملے اور تباہی سے محفوظ رہیں۔ لہٰذا اِن پُر تشدد واقعات کو استعمال کرتے ہوئے امریکہ نے ایک نیا تصور پیش کیا ہے کہ افواج پاکستان کا قبائلی علاقوں میں رہنے کا مقصد پاکستان کو اندرونی خطرے سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس نئے تصور کو اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے پیش کیا گیا ہے کہ قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشنز ان پشتون مسلمانوں کے خلاف کیے جاتے ہیں جو سرحد عبور کر کے افغانستان پر قابض امریکی افواج کے خلاف لڑتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ ان حملوں کے ذریعے امریکہ نے اپنی جنگ کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی ہے۔ یکم دسمبر 2009 کو اوبامہ نے کہا کہ "ماضی میں پاکستان میں ایسے لوگ رہے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ انتہا پسندوں کے خلاف جدوجہد اُن کی جنگ نہیں ... لیکن پچھلے چند سالوں میں جب کراچی سے اسلام آباد تک معصوم لوگ قتل ہوئے ... تو یہ بات واضح ہو گئی کہ پاکستان کے لوگوں کو انتہاء پسندی سے سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہے"۔ اور پھر ان بم دھماکوں اور قتل و غارت گری کی شروعات کے تین سال بعد 12 اکتوبر 2012ء کو امریکی دفتر خارجہ کی ترجمان

وکٹوریہ نولینڈ نے کہا کہ "لہٰذا ظاہر ہے کہ پاکستان کے لوگ جتنا زیادہ ان کے خلاف ہونگے اتنا ہی اُن کی حکومت کو اِن کے خلاف کام کرنے میں مدد ملے گی۔ یہ شاید اس بھیانک الیے کا ایک مثبت پہلو ہے"۔

یہ خوفناک اور بہیمانہ تشدد جاری رہے گا تا کہ امریکی ایجنٹ افواج پاکستان کو قبائلی علاقوں میں رکھنے کا جواز پیش کر سکیں۔ یقیناً امریکہ یہ بات جانتا ہے کہ نہ صرف پاکستان کے عوام امریکی جنگ، امریکہ کی موجودگی اور اس کے انخلاء کے منصوبے کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلکہ پاکستان کے عوام کی اکثریت قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشنز کی مخالف ہے۔ تو امریکہ اپنی یہ کوشش جاری رکھے گا کہ تحریک طالبان پاکستان کے خطرے کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے تا کہ قبائلی علاقوں میں افواج پاکستان کی موجودگی کے لیے ایک جواز مہیا ہو سکے اور پاکستان کے عوام کو کسی حد تک مطمئن کیا جا سکے۔ لہٰذا اس کے منصوبے کے ایک حصے کے تحت امریکہ افغانستان کے مسلمانوں سے جنگ کر رہا ہے جبکہ اس کے ساتھ ہی انخلاء اور افغان آرمی کو معاملات سپرد کرنے کی بات بھی کر رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ اس بات کو یقینی بنا رہا ہے کہ پاکستان کی افواج، پاکستان کے قبائلی علاقوں میں طالبان کے ساتھ جنگ میں مصروف رہیں۔ اس طرح امریکہ اس بات کی امید رکھتا ہے کہ وہ خطے میں اپنی موجودگی کو انخلاء کے پردے میں برقرار رکھ سکے گا۔

6۔ لہٰذا امریکہ، پاکستان اور افغانستان دونوں ہی جگہ حقیقی امن کے قیام میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ خطے میں فوجی آپریشنز میں اس کی شمولیت کم سے کم ہو کیونکہ اس کی افواج کی ساکھ اور معیشت اگرچہ مکمل طور پر تباہ نہیں ہوئی مگر انتہائی خستہ حال ضرور ہو چکی ہے۔ لیکن وہ اپنے سٹریٹجک مفادات کے حصول کے لیے خطے میں اپنی افواج کی ایک اچھی تعداد کو برقرار رکھنا چاہتا ہے کیونکہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اب تک کی تمام تر کوششیں ضائع ہو جائیں گی۔ امریکہ کے لیے آگے بڑھنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ اپنے اہداف کے حصول اور اپنی موجودگی کو برقرار رکھنے کے لیے ایک معاہدہ چاہتا ہے۔ اس کے علاوہ 2014 کے بعد بھی اپنی افواج کی موجودگی کے جواز کے لیے وہ طالبان کے خطرے کو پیش کرتا رہے گا۔ درحقیقت امریکہ اور افغانستان کے درمیان ہونے والے سٹریٹجک معاہدے کے تحت 2014 کے بعد بھی امریکی افواج کو افغانستان میں رہنے کی اجازت دینے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ امریکہ آزادانہ دہشت گردی کے خلاف فوجی آپریشنز کر سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ امریکی صدر باراک اوبامہ جہاں انخلاء کی بات کرتا ہے وہی انتہاپسندوں کے خطرے کی بھی بات کرتا ہے۔ 23 مارچ 2013 کو اوبامہ نے کہا "افغانستان میں ہم سکیورٹی کی ذمہ داری افغانیوں کے حوالے کردیں گے۔ ہماری افواج گھر واپس آجائیں گی۔ ہمارے جنگی مشن ختم ہو جائیں گے۔ اور ہم افغان حکومت کے ساتھ مل کر ان کی سکیورٹی فورسز کی تربیت کریں گے اور اس دہشت گردی کے خلاف ایک فورس قائم کریں گے جو اس بات کو یقینی بنائے گی کہ القاعدہ کبھی بھی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف حملوں کے لیے محفوظ پناہ گاہیں حاصل نہ کر سکے۔ افغانستان سے باہر دہشت گردی کے خلاف ہم عالمی جنگ نہیں کریں گے بلکہ ہماری کوششیں اس بات پر مرکوز ہوں گی کہ ہم امریکہ کے خلاف کام کرنے والے مخصوص انتہاپسند گرہوں کے خلاف ٹارگٹ آپریشن کریں۔ کئی معاملات میں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دوسرے ممالک کے ساتھ مل کر کام کیا جائے گا"۔ دہشت گردی کے خطرے کو پیش کر کے امریکہ نے اپنی موجودگی کا مستقل جواز فراہم کر دیا ہے جبکہ وہ خود اس خطے کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔

7۔ خلاصہ: امریکہ طالبان کے ساتھ ایک امن معاہدہ کرنا چاہتا ہے تا کہ وہ اپنی موجودگی کو برقرار رکھ سکے۔ وہ یہ بات جانتا ہے کہ ایسے کسی معاہدے کے بعد ہی وہ ملک میں دہشت گردی کے خلاف آپریشنز اور افغان آرمی کی تربیت کی آڑ میں افغانستان میں اپنی موجودگی کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو امریکہ یہ جانتا ہے کہ افغانستان میں کوئی امن معاہدہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک افغانستان کے سرحدی اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں سے پشتون علاقے کو اس پر راضی نہ کر لے۔ باخبر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم علاقوں میں امریکی موجودگی کے خطرات کو سمجھیں، چاہے یہ موجودگی سفارتی شکل میں ہو یا فوجوں کی موجودگی کی شکل میں یا امریکی نجی سکیورٹی اداروں اور امریکی انٹیلی جنس کی موجودگی کی شکل میں ہو۔ یہی وہ امریکی موجودگی ہے جو بم دھماکوں کو یقینی بناتی ہے۔ یہی وہ موجودگی ہے جو بات چیت کو آگے بڑھاتی ہے اور اس کے رخ کا تعین کرتی ہے۔ یہی وہ موجودگی ہے جس نے مسلمانوں کے لیے ہر قسم کی مصیبت پیدا کی ہوئی ہے۔ اسلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس موجودگی کا خاتمہ کیا جائے۔ یہ مقصد نہ تو کوئی گروہ حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی بات چیت کے ذریعے امریکی موجودگی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ صرف اور صرف ریاست اپنی افواج کو متحرک کر کے ہی امریکی موجودگی کا خاتمہ کر سکتی ہے۔

اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ امریکہ اپنے قیام سے لے کر آج تک کبھی بھی کسی بین الاقوامی معاملے کو حل نہیں کر سکا۔ اور اس کی معیشت میں شدید کمزوری اور اس کی بزدل افواج نے اب تو اس کی یہ صلاحیت مزید کم کر دی ہے۔ غدار مسلم حکمران اب بھی اس کے خوف اور دبدبے کی وجہ سے ایسے ہی اطاعت کر رہے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد بھی جن یہ سمجھتے ہوئے ان کی اطاعت کرتے رہے جیسے کہ وہ اب بھی زندہ ہوں۔ اور اِنہی غداروں کی وجہ سے ہمارے علاقوں میں امریکی اثر و نفوذ اب تک باقی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی کرپشن اور اس کے غلط ہونے کی وجہ سے امریکہ کی ناکامی یقینی ہے۔ یہ وہ نظام ہے جس کا امریکہ عَلم بردار ہے اور اسے پوری دنیا میں نافذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ کی ناکامی اس کے پالیسی سازوں کی نااہلی کی وجہ سے بھی یقینی ہے۔ لیکن صحیح اور حقیقی رہنما جو اس دنیا کے معاملات کو انصاف اور حق کی بنا پر چلائیں گے جیسا کہ خلفائے راشدین تھے، تو ایسا صرف جلد

باقی صفحہ 32 پر

خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ کے حصول کی مہم

افواج پاکستان لازماً خلافت کا قیام عمل میں لائیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈریں

حزب التحریر ولایہ پاکستان، ملک بھر کے بڑے شہروں میں عوامی اجتماعات سے خطاب کی مہم چلا رہی ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے انصار کی نصرۃ (مدد) سے مدینہ میں اسلامی ریاست قائم کی تھی، ویسے ہی حزب کے بہادر شباب نبوت کے اس طریقہ کار کے مطابق افواج پاکستان سے خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ عوام سے کہہ رہے ہیں کہ وہ افواج پاکستان میں موجود اپنے والد، چچاؤں، بھائیوں اور بیٹوں سے مطالبہ کریں کہ وہ کفریہ جمہوریت کی حمائت سے ہاتھ کھینچ لیں اور خلافت کے قیام کے ذریعے اسلام کے نفاذ کے لیے مدد فراہم کریں۔

اے افواج پاکستان کے افسران! اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں : **وَاتَّقُوا فِتْنَةً لاَ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ**

"اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص کر صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"(الانفال:25)۔ ہمارا ایمان ہمیں اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ ہم کبھی بھی ظالم کے ظلم سے خوفزدہ نہ ہوں بلکہ ہمیں اللہ کے غضب سے ڈرنا چاہیے اگر ہم نے ظالم کے کھڑے کیے ہوئے فتنے اور اس کے نتیجے میں لوگوں کی معاشی بدحالی اور اقوام عالم کے سامنے تذلیل کی دلدل میں ڈوب جانے پر خاموشی اختیار کی۔ اب بہت ہو چکا کہ آپ کے درمیان مشرف اور کیانی جیسے لوگوں کو مزید برداشت کیا جائے! بہت ہو چکی ان کی اطاعت جو زرداری اور نواز شریف جیسے حکمرانوں کی حمائت کرتے ہیں! ان غداروں کی غداری کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے اور ان کے امریکی آقاؤں کو ہمارے معاملات میں مداخلت سے باز رکھنے کی حزب التحریر کی جدوجہد کا ساتھ دو۔ اس بات کو جانتے ہوئے کہ اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی مصیبت تم پر نہیں آسکتی، اللہ کی راہ میں آگے بڑھو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، **قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنْ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلاَ يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلاَ نَصِيرًا**

"پوچھئے! اگر اللہ تعالیٰ تمھیں کوئی برائی پہنچانا چاہے یا تم پر کوئی فضل کرنا چاہے تو کون ہے جو تمھیں بچا سکے؟ اپنے لیے سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی حمائتی پائیں گے نہ مددگار"(الحزاب:17)۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

بقیہ صفحہ 31 سے

ہی قائم ہونے والی خلافت کے قیام کے ذریعے ممکن ہو گا اور حزب التحریر کے شباب وہ رہنما ہوں گے۔ یہی شباب وہ ہوں گے جو امریکہ اور مغرب کو سکھائیں گے کہ کس طرح دنیا کے معاملات کو خلافت کے زیر سایہ چلایا جاتا ہے۔ اور وہ اس خود ساختہ بین الاقوامی برادری کو اپنے اشاروں پر نچائیں گے اور وہ دن جلد ہی آنے والا ہے۔

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ

"یہ اپنی اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ کو ان کی تمام چالوں کا علم ہے اور ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں"(ابراھیم:46)

میڈیا آفس ولایہ پاکستان

10 محرم 1435، 13 نومبر 2013



نصرۃ کے حصول کیلئے اسلام آباد میں کیے جانے والے مظاہرے میں لوگ توجہ سے مقرر کی بات سن رہے ہیں۔



اسلام آباد میں اسی مہم کے دوران کیا جانے والے مظاہرے کا ایک اور منظر۔



نصرۃ کے حصول کیلئے لاہور اُشادمان میں کئے جانے والے مظاہرے کا منظر، جس می لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرَشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس